

کراچی کے سرکاری پرائمری اسکولوں میں اردو زبان کی  
تدریس میں اساتذہ کو درپیش مسائل

CHALLENGES FACED BY EDUCATORS IN TEACHING THE URDU  
LANGUAGE AT PUBLIC PRIMARY SCHOOLS IN KARACHI.

Hera Shabbir

Ph.D Scholar, Department of Urdu University of Karachi

Corresponding Author: \*

Hera Shabbir

DOI: <https://doi.org/10.5281/zenodo.20487289>

Received	Accepted	Published
26 March 2026	05 May 2026	30 May 2026

ABSTRACT

Urdu is a widely spoken and understood language throughout Pakistan, serving as the national language. Karachi, as the largest city in Pakistan, experiences significant internal migration, leading to a diverse linguistic landscape among its residents. The instruction of Urdu in public primary schools in Karachi is confronted with a multitude of interconnected challenges impacting both educators and students. Urdu language teachers frequently contend with substantial class sizes, constrained instructional periods, and insufficient access to contemporary teaching and learning resources. Furthermore, many students commence their education with varied linguistic backgrounds, including Sindhi, Pashto, Punjabi, Balochi, or other regional dialects, which complicates Urdu acquisition and necessitates enhanced pedagogical assistance. Currently, there is a pervasive trend of English language usage, often at the expense of proficiency in Urdu. Many individuals demonstrate a lack of foundational Urdu grammar and frequently mispronounce words. Consequently, they encounter difficulties in reading and writing Urdu. This escalating disengagement from Urdu is leading to its perception as a challenging language. To address this, there is a critical need for expert educators capable of delivering clear and effective Urdu language instruction. Existing teacher training programs are inadequate, particularly in modern, child-centered, and activity-based language teaching methodologies. Furthermore, outdated curricula, insufficient administrative support, and limited parental engagement exacerbate the challenges in providing effective Urdu education. Socioeconomic factors within public school communities also negatively influence students' preparedness for learning and their access to essential resources. Collectively, these issues impede the development of Urdu literacy and language proficiency at the primary education level. The primary objective of this research study is to identify the challenges encountered by government teachers and students in Karachi during the instruction of Urdu at the primary level. This research was exclusively confined to public primary schools within Karachi. Four research questions were developed for this study. This was fundamentally an applied research endeavor. Distinct questionnaires and interview protocols were designed for teachers, students, and parents. The questionnaire data was analyzed using simple percentages, and the interviews were also subjected to analysis. Based on the findings, the researcher has proposed several recommendations, taking into account the overarching issues. Adhering to these suggestions has the potential to mitigate the problem

**Keywords:** Urdu language, linguistic, pedagogical assistance, proficiency, learning materials

## ۱. تعارف:

زبان ہمارے خیالات و جذبات کے اظہار کا ذریعہ ہے زبان کی ہی بدولت دنیا میں تہذیب و تمدن اور مل جل کر رہنے کی بنیاد پڑی ہے۔ زبان تقریری اور تحریری دونوں صورتوں میں دنیا کے مختلف علاقوں اور زمانوں میں موجود رہی ہے اور زبان کی وجہ سے ہی کسی مخصوص علاقے کے لوگ مہذب اور شائستہ کہلائے ہیں۔ [۱] زبان ایسی چیز نہیں جسے کوئی شخص ایجاد کرے اور اگر چند لوگ مل کر کچھ خاص الفاظ اور محاورے ایجاد کر بھی لیں تو جب تک عوام انہیں قبول نہ کریں وہ الفاظ اور محاورے زبان کا جزو نہیں بن سکتے۔ [۲] زبان دراصل انسان کی سماجی اور معاشرتی ضرورتوں کے تحت وجود میں آتی ہے نیز سماجی زندگی کے سہارے ہی اپنی ارتقائی منازل طے کرتی ہے اور اسی کے زیر اثر زبان کی صورت و معنی میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ زبان بھی سماجی محرکات اور عوامل کی پابند ہوتی ہے اور اپنے ماحول سے تعلق توڑ کر زیادہ عرصے زندہ نہیں رہ سکتی۔ کسی بھی زبان کے زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسری زبانوں سے اس کا ربط کسی نہ کسی صورت بڑھتا رہے دنیا کی کوئی بھی ترقی یافتہ زبان اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ دوسری زبانوں کے اثرات اور الفاظ سے خالی ہے۔ [۳]

زبان کی چار بنیادی مہارتوں یعنی سننا، بولنا، پڑھنا اور لکھنا سے لے کر ادبیات کی تفہیم تک کے مختلف مراحل ہیں لیکن جب پاکستان میں اردو زبان کی تدریس و تعلیم کی بات کی جائے تو یہ اصول پیش نظر ہونا چاہیے کہ پاکستان کے لیے اردو صرف ایک زبان نہیں بلکہ پورے برصغیر میں بحیثیت مسلمان تجربات اور مشاہدات سے حاصل ہونے والی بصیرت کا نام بھی ہے لہذا اس بصیرت کو نئی نسل تک کسی رکاوٹ کے بغیر تسلسل کے ساتھ نہایت ہی احسن طریقے سے منتقل کیا جانا چاہیے۔ اردو نہ صرف ایک بین الاقوامی زبان ہے بلکہ اس زبان کو بولنے، پڑھنے، سننے اور سمجھنے والے افراد دنیا کے ہر حصے میں موجود ہیں جس طرح زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اسی طرح ایک اچھی، کامیاب اور وسعت پذیر زبان کا تعلق کسی مخصوص علاقے سے نہیں ہوتا اس کے سمجھنے، بولنے، لکھنے اور پڑھنے والوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی زبان اپنے آغاز و ارتقاء کے مخصوص علاقوں سے نکل کر اپنے اثر و نفوذ میں اضافہ کرتی رہتی ہے۔ [۴] اردو زبان یوں تو جنوبی ایشیا میں پیدا ہوئی لیکن اس کی تعمیر میں عربی و فارسی کا اہم کردار رہا ہے۔ اردو کے حروف تہجی میں عربی کے تیس (۰۳) حروف، سات (۷) حروف فارسی و ہندی اور بھاری آوازوں والے پندرہ (۵۱) ہندی الاصل حروف شامل ہیں۔ یوں ہمزہ سمیت اردو حروف تہجی کی کل تعداد تریپن (۳۵) بنتی ہے حروف کا یہ تنوع ثابت کرتا ہے کہ اردو زبان میں ان تمام آوازوں کو ادا کرنے کی صلاحیت موجود ہے جو متفرق طور پر مختلف زبانوں میں نہیں پائی جاتی۔ [۵]

## ۱.۱. اہمیت:

اردو کو پاکستان کی قومی زبان ہونے کی حیثیت حاصل ہے لہذا اس کی اہمیت غیر معمولی ہے۔ یہ پاکستان کے ہر صوبے اور ہر علاقے میں کم و بیش بولی اور سمجھی جاتی ہے پاکستان کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں اس کے بولنے اور سمجھنے والے کثیر تعداد میں موجود نہ ہوں۔ یہ ایک مخلوط زبان ہے اس میں دنیا کی کئی زبانوں کے الفاظ شامل ہیں لہذا یہ ایک بین الاقوامی زبان کا درجہ رکھتی ہے لیکن یہ کسی زبان کے تابع نہیں بلکہ اس کی اپنی الگ اور مستقل حیثیت ہے اور اس کی ظاہری و معنوی خصوصیات و محاسن کے اعتبار سے اس کا شمار دنیا کی اہم زبانوں میں ہوتا ہے۔ اردو زبان اپنے لب و لہجے، رکھ رکھاؤ، روزمرہ و محاورہ، انداز بیان، موضوع و مواد اور مختلف الفاظ کے استعمال کے لحاظ سے ایک علیحدہ زبان ہے۔ اس نے اپنی ساخت، مرکبات کے اصول اور قواعد میں ہر زبان سے فائدہ اٹھایا ہے لیکن یہ کسی زبان کی پابند نہیں رہی بلکہ اس نے اپنی لغت، اسلوب، صرفی و نحوی قواعد، واحد جمع اور تذکیر و تانیث کے اصول الگ بنائے ہیں۔ [۶] اگرچہ اردو زبان میں مقامی بولیوں اور زبانوں کے علاوہ باہر کی متعدد زبانوں کے الفاظ بھی موجود ہیں لیکن روزمرہ کی گفتگو میں زیادہ تر مقامی الفاظ ہی بولے جاتے ہیں۔ [۷] اردو زبان کسی دوسری زبان کی تابع نہیں ہے بلکہ اپنی صورت اور سیرت کے اعتبار سے ایک الگ اور مستقل زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ اردو زبان کا نہ صرف مخصوص لب و لہجہ ہے بلکہ قواعد اور فصاحت و بلاغت کا بھی اپنا جداگانہ معیار ہے۔ [۸] اردو زبان ہمارے لیے تہذیب اور ثقافت کا درجہ بھی رکھتی ہے۔ اردو زبان اور پاکستان کی دیگر زبانوں میں لغوی اور لسانی مماثلتیں پائی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اردو پاکستان میں قومی رابطے کا بہترین ذریعہ سمجھی جاتی ہے پاکستان کے لیے اردو کی نظریاتی، سیاسی، تہذیبی اور معاشرتی اہمیت نہایت معنی رکھتی ہے لہذا اردو زبان کا تدریسی عمل دیگر مضامین کی نسبت زیادہ حساسیت کا حامل ہے۔ (۹) وفاقی نصاب ساز ادارے کی چوتھی اور پانچویں جماعتوں کی اردو کے لیے تیار کردہ نصابی دستاویز میں ہدایت کی گئی ہے کہ: "اردو کو علاقائی زبان کی حیثیت سے نہیں بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کی تہذیبی، ثقافتی، معاشرتی اور قومی زبان کی حیثیت سے متعارف کرایا جائے۔" نیز تدریس اردو کی اہمیت و حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اردو کی تعلیم و تدریس کو نظام تعلیم میں مرکزی حیثیت حاصل ہو نیز اس کی تدریس جدید ترین طریقوں کے مطابق ہو اور تدریس زبان کو مزید مفید و موثر بنانے کے لیے نئے طریقوں اور تازہ تحقیقات سے پوری طرح فائدہ اٹھایا جائے۔ [۱۰]

۱.۲ مقاصد:

پاکستان کے تعلیمی نظام میں اردو زبان کی تدریس کے متعلق بات کی جائے تو بہت سے سوالات دماغ میں جنم لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اردو زبان کی تعلیم ابتدائی درجات میں کس طرح دی جا رہی ہے؟ کیا ہمارے اردو نصابیات طلبہ کی نفسیات و ضروریات سے ہم آہنگ ہیں؟ سماجی ضروریات اور عصری تقاضوں سے مطابقت رکھتے ہیں؟ نیز ان کی عملی زندگی میں کیا افادیت ہے؟ کیا مختلف درجات میں تدریج اور ارتقاء کے اصول کو پیش نظر رکھا جاتا ہے؟ کیا ہمارے مطالعات ادب مستقبل کے امکانات کے ساتھ وابستہ ہیں؟ کیا ہمارے نصاب ساز تاریخی و تدریجی مطالعات کو اہمیت دیتے ہیں یا حال کے ادبی رجحانات اہم خیال کیے جاتے ہیں؟ مختلف درجات میں نظم و نثر کا انتخاب کرتے وقت کن اصولوں کو مد نظر رکھا جاتا ہے؟ کیا ہمارا نصاب طلبہ کے ذوق، تہذیب اور زندگی کی اقدار کو نمایاں کرتا ہے؟ کیا ابتدائی سطح پر اردو زبان کو مقامی زبانوں سے ہم آہنگ کر کے پڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے؟ پاکستانیوں کے لیے اردو زبان کی نظریاتی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ اردو عام طور پر پاکستان کے مختلف علاقوں کی اولین زبان نہیں ہے اور نہ ہی مختلف علاقوں میں اردو زبان میں مہارت حاصل کرنے کا معیار یکساں ہے لیکن جب بات اردو زبان کے نصابیات اور درسیات کی آتی ہے تو دیکھنے میں آتا ہے کہ یہ عام طور پر یکساں نوعیت اور یکساں منصوبہ بندی کے تحت تیار کی جاتی ہیں۔ ایسی صورتحال میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اردو کو ہر جگہ اولین زبان کے طور پر پڑھانے سے کیا تدریس زبان کے مطلوبہ نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں؟ [۱۱]

۲۔ ادبی جائزہ:

کسی بھی زبان کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ اس زبان کے سیکھنے والوں کو اس کی مناسب تعلیم دی جائے۔ اس سلسلے میں اساتذہ کا کردار نہایت اہم ہے لیکن بد قسمتی سے اردو پڑھانے والے اساتذہ خود تدریس کے بنیادی اصولوں سے ناواقف ہیں جس کے باعث طلبہ بھی اردو زبان پڑھنے، بولنے اور لکھنے کے درست استعمال سے ناواقف رہتے ہیں۔ وہ نہ تو صحیح تلفظ کے ساتھ اردو بول پاتے ہیں اور نہ ہی درست طریقے سے اردو زبان میں اظہار خیال کر پاتے ہیں۔ اس صورت حال کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اس بات کا شعور ہی نہیں رکھتے کہ زبان کی اہمیت کیا ہے لہذا زبان کو صحیح طور پر سیکھنے کی طرف توجہ بھی نہیں دیتے۔ اردو زبان کا نصاب اور طریقہ تدریس غیر دلچسپ ہونے کی وجہ سے طلبہ اس کو سیکھنے میں عدم دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔ [۲۱] ہمارے سرکاری تعلیمی اداروں میں اردو پڑھانے کے جو طریقے اختیار کیے جاتے ہیں وہ جدیدیت سے دور اور غیر دلچسپ ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ کو نہ اردو زبان آتی ہے اور نہ ہی ان میں ادبی ذوق پیدا ہوتا ہے۔ وہ اردو زبان پڑھتے تو ہیں مگر اس سے ناواقف رہتے ہیں، صحیح تلفظ کے ساتھ دو جملے بھی نہیں بول پاتے اور نہ ہی صحیح طریقے سے اظہار خیال کر پاتے ہیں۔ جو مضامین اور نظمیں نصاب میں شامل کی جاتی ہیں عام طور پر ان کا انداز بیان مشکل اور ثقیل الفاظ سے بوجھل ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ زندگی میں زبان کی کیا اہمیت ہے؟ زبان اس لیے پڑھا دی جاتی ہے کہ وہ نصاب میں شامل ہے۔ استاد نثری اس طرح پڑھاتا ہے کہ طلبہ کو مشکل الفاظ کے معنی آجائیں اور نظم کی تدریس اس طرح کرتا ہے کہ طلبہ شعر کا مفہوم سمجھ لیں یا اس کی تشریح کر لیں بلند خوانی، خاموش مطالعہ، شعر خوانی، املا، محاوروں کا استعمال وغیرہ جو زبان کو جاننے کے لیے بہت ضروری ہیں ان پر توجہ نہیں دی جاتی جو اساتذہ اردو زبان کی تدریس کرتے ہیں وہ خود بھی اردو زبان سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں اور نہ ہی وہ طریقہ تدریس کو دلچسپ اور کارآمد بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ابتدائی سطح پر درسی کتابوں میں جو مشقیں موجود ہوتی ہیں استاد ان کو بھی سوچ سمجھ کر نہیں کراتے۔ اس کے علاوہ طلبہ کو زبان سکھانے اور ان میں ادبی ذوق پیدا کرنے کے لیے تحریری و تقریری مقابلے، شعر خوانی، بیت بازی، مباحثے، مضامین کرانے کی مشق ان سب کا رواج بھی نظر نہیں آتا۔ اردو نصاب طلبہ کی ذہنی استعداد کے مطابق بھی نہیں، وہی روایتی مضامین شامل نصاب ہیں جو زمانے سے چلے آ رہے ہیں جبکہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے طالب علم کی عام سمجھ اور معلومات پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ [۳۱] پرائمری سطح پر اردو زبان کی تدریس کا آغاز حروف تہجی کی شناخت اور ان کی آوازوں کی پہچان سے ہوتا ہے نیز مختلف حروف کو جوڑ کر الفاظ بنانے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ عام طور پر مفرد حروف کی شناخت سے تدریس شروع کی جاتی ہے اور تدریس زبان کے ابتدائی مرحلے سے ہی لکھنے پڑھنے پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جاتا ہے پھر طلبہ کا رخ ادب کی طرف موڑ دیا جاتا ہے تدریس زبان کا یہ طریقہ صرف ناقص ہی نہیں فطری بھی ہے جب تک طلبہ کو زبان کے سننے (سمجھنے) اور بولنے پر قدرت حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک انہیں لکھنا پڑھنا نہیں سکھانا چاہیے۔ اردو کا صوتیاتی نظام اردو کی مصمتی اور مصوتی آوازوں پر مشتمل ہے جن میں عربی و فارسی کی آوازیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ مشدد آوازیں، مصمتی خوشے، مصوتوں کی انفیت اور مصمتوں کی بکاریت، آوازوں کی ادائی اور لب و لہجے کو بھی نمایاں اہمیت حاصل ہے لیکن ابتدائی سطح پر طلبہ کے لیے ان تمام باتوں کا علم اتنا ضروری نہیں جتنا صحیح تلفظ اور ان کا استعمال ضروری ہے۔ [۴۱] ابتدائی جماعتوں میں اردو قاعدہ پڑھانے کا بنیادی مقصد بچوں کو حروف تہجی کی شناخت، آوازوں کی پہچان کرانے کے ساتھ مختلف حروف کو ملا کر الفاظ بنانے کی

مشق کرانا ہے۔]۵۱[پاکستان میں پہلی جماعت سے ہی طلبہ کو اردو قاعدہ پڑھایا جاتا ہے جس کی مدد سے طلبہ اردو زبان کے حروف، ان کی آوازوں کا استعمال، الفاظ سازی نیز جملہ بنانا سیکھتے ہیں۔]۶۱[لیکن کراچی کے سرکاری اسکولوں میں طلبہ کو ابتدائی سطح پر پڑھایا جانے والا اردو قاعدہ معیاری نہیں۔ اسکولوں میں مختلف قاعدے پڑھائے جاتے ہیں جن میں حروف تہجی کی تعداد بھی مختلف ہے۔ کوئی قاعدہ حروف تہجی کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے جبکہ کسی قاعدے کی ترتیب حروف املا کی بنیاد پر کی گئی ہے۔]۷۱[یہ تمام باتیں اردو پڑھانے والے اساتذہ کے لیے مشکلات کا باعث بنتی ہیں یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مختلف اساتذہ مختلف طریقوں سے اردو پڑھاتے ہیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیوں کہ طلبہ کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے استاد کسی بھی اصول کو اپنے طور پر بدل کر بھی بآسانی پڑھا سکتا ہے لیکن ایک بات کا خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ ایک جماعت میں ایک ہی طریقہ اختیار کیا جائے اور بنیادی مقصد اردو سیکھنے میں دلچسپی پیدا کرنا ہو۔]۸۱[

اردو تدریس کے تین اہم اجزاء ہیں بولنا، پڑھنا اور لکھنا بولنے کا عمل زبان کی تدریس میں نہایت مفید ہے کیونکہ عملی زندگی میں سب سے زیادہ بولنا پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ ماہرین تعلیم اسکولوں میں سب سے زیادہ زور زبانی یا تقریری کاموں پر دیتے ہیں۔]۹۱[زبان ایک ایسا پہلو ہے جس سے بچہ آنکھ کھولتے ہی دو چار ہوتا ہے اور اسکول میں داخل ہونے سے پہلے معاشرے اور گھر سے کسی نہ کسی معیار کا بولنا ضرور سیکھ کر آتا ہے بچے میں بولنے کی صلاحیت جلی ہوئی ہے اور یہی صلاحیت انہیں معاشرے میں بولی جانے والی روزمرہ کی بول چال سے واقفیت حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے صحیح اردو پڑھنے اور لکھنے کا دارومدار بڑی حد تک صحیح اردو بولنے پر ہے۔ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ جیسا بولتے ہیں ویسا ہی لکھتے بھی ہیں جن لوگوں کی بولنے کی مشق اچھی ہوتی ہے انہیں پڑھنے اور لکھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی بولنے کی مہارت بچے کی سیرت و کردار کی تعمیر میں بھی مدد کرتی ہے۔ عملی زندگی میں بھی بولنے سے جس قدر واسطہ پڑتا ہے لکھنے اور پڑھنے سے نہیں پڑتا یہی وجہ ہے کہ بولنا سکھانے کو پڑھنے اور لکھنے سے زیادہ مقدم اور اہم خیال کیا جاتا ہے معلم کو اردو بولنا سکھانے وقت اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اسکول میں داخل ہونے والے بچوں کا تعلق مختلف حیثیت کے خاندانوں اور طبقوں سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے گھریلو ماحول کے زیر اثر مختلف قسم کے لب و لہجے لے کر آتے ہیں۔ ان میں سے بہت کم بچے ایسے ہوتے ہیں جو درست اور موثر لب و لہجے کے ساتھ اردو میں زبانی اظہار خیال کر پاتے ہیں۔ بعض بچوں کا شق درست نہیں ہوتا بعض غلط تلفظ ادا کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ بعض ضرورت سے زیادہ مدہم اور بعض ضرورت سے زیادہ بلند آواز سے بولتے ہیں۔ بعض ٹھہر ٹھہر کر اور بعض بہت تیز رفتاری سے بولتے ہیں۔ کچھ بچے ہکلانے اور تتلانے کے باعث صحیح اور مناسب طریقے سے نہیں بول پاتے کچھ بچے شرمیلے ہوتے ہیں اور وہ دوسروں کے سامنے بولنے کی ہمت نہیں کر پاتے بعض معلم کے ڈر سے خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ غرض یہ کہ بچوں کے بولنے کے انداز میں بہت سی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ اساتذہ کے لیے ان کمزوریوں پر قابو پانا ایک دشوار طلب مرحلہ ہے۔ اگر استاد بچوں کی حوصلہ افزائی کرے تو انہیں زیادہ سے زیادہ بولنے پر آمادہ کر سکتا ہے معلم کی توجہ اور دلچسپ تدریس کی بدولت بچوں میں موثر انداز میں اردو بولنے کے ساتھ اردو مطالعے کا مستقل شوق پیدا ہوتا ہے معلم کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات بچوں کے لیے سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ آنکھ بند کر کے اس کی پیروی کرتے ہیں لہذا معلم کے لیے لازم ہے کہ بچوں کے سامنے اپنے لب و لہجے کی طرف توجہ رکھے اور بولنے میں خاص احتیاط کرے۔ جن الفاظ کے تلفظ میں شبہ ہو، ان کی پہلے سینٹیدق کر لے کیونکہ معلم کے تلفظ اور لب و لہجے کی کمزوریاں بچوں کے ذہن میں رچ بس جاتی ہیں اور بعد میں ان کا ازالہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے معلم ایسے تدریسی طریقوں کا انتخاب کرے جس میں بچوں کو زیادہ سے زیادہ بولنے کے مواقع ملیں معلم کے لیے بچے کی انفرادی بول چال اور لب و لہجے کا مطالعہ اس لحاظ سے فائدہ مند ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے وہ اسباب معلوم ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے بعض بچے صحیح تلفظ اور درست لب و لہجے کے ساتھ بولنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ بولنا سکھانے کے سلسلے میں اس بات کی اہم ضرورت ہے کہ تقریری یا زبانی کام کو پرائمری سطح کے نصاب میں خاص اہمیت دی جائے۔ زبانی اظہار خیال کو امتحانات کا ایک جزو قرار دیا جائے۔ ایسے تدریسی کھیلوں کا انتخاب کیا جائے جس میں بولنے کی زیادہ سے زیادہ ضرورت پیش آئے بچوں کو چھوٹی چھوٹی دلچسپ کہانیاں سنائی جائیں پھر وہی کہانی ان سے سنانے کو کہا جائے۔ تصویری کہانیاں اس سلسلے میں اور مفید ہوتی ہیں بچوں سے ان کی دلچسپیوں اور مشغلوں کے متعلق بات چیت کی جائے۔ انہیں زبانی پیغام دوسروں تک پہنچانے کا موقع دیا جائے۔ اس طرح وہ بہت جلد بولنے میں مہارت حاصل کر سکتے ہیں۔]۱۰۲[

بلند خوانی، خاموش مطالعہ، شعر خوانی، املا، محاوروں کا استعمال یہ تمام چیزیں اردو زبان سیکھنے کے لیے بے حد ضروری ہیں لیکن پرائمری سطح پر ان کا استعمال برائے نام کیا جاتا ہے۔ عام طور پر پرائمری اسکولوں میں اردو پڑھانے والے اساتذہ خود بھی اردو کی درست تدریس سے ناواقف ہیں اور نہ ہی وہ اپنے طریقہ تدریس کو دلچسپ اور کارآمد بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ابتدائی درجوں میں پڑھائی جانے والی اردو کی کتابوں کے اسباق میں جو مشقیں

شامل ہوتی ہیں اساتذہ ان مشقوں کو بھی سوچ سمجھ کر نہیں کراتے۔ [۱۲] ضرورت اس امر کی ہے کہ طلبہ کی موجودہ ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو زبان کا نصاب از سر نو مرتب کیا جائے۔ اس کی ذہنی استعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے نصاب ترتیب دیا جائے پہلی جماعت میں بچے کو حروف تہجی اور اعراب کو صحیح طریقے سے پڑھنا سکھایا جائے تاکہ بچے کے اندر حروف کو ملا کر لفظ اور لفظوں کی مدد سے جملہ بنا کر پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے دوسری جماعت میں بچے کو با آواز بلند پڑھنے پر زور دیا جائے اور اس کے پڑھنے میں روانی پیدا کی جائے سماعت اور گفتگو کے اثرات بھی بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ گھر ہو، اسکول یا کوئی بھی جگہ سننے کا عمل شب و روز جاری رہتا ہے لہذا سکھانے کے عمل میں سننے کی باقاعدہ تربیت پر بھی زور دیا جانا ضروری ہے بہتر تدریس کے لیے بچوں کو مختلف نوعیت کی آوازیں سنائی جائیں یعنی کھٹکھٹانے کی آواز، مختلف جانوروں کی آواز، اڑنے اور دوڑنے کی آواز، مختلف گاڑیوں کی آوازوں کی بھی پہچان کرائی جائے۔ [۲۲]

۲.۱ حروف تہجی سے مراد وہ علامتیں ہیں جنہیں لکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ [۳۲]

اردو حروف تہجی کی تعداد چوں [۴۵] ہے جو درج ذیل ہیں۔  
ا. اب بھ پ پھ ت تھ ٹ ٹھ ج جھ چ چھ خ د دھ ڈ ڈھ ذ ر رھ ژ ژھ

ز ژس ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک کھ گ گھ ل لھ م مھ ن نہں و ہ ی۔ [۴۲]

۲.۲ حروف علت: حروف علت وہ آوازیں یا علامتیں ہیں جن کو ادا کرنے میں حلق میں نہ ہونے کے برابر رگڑ پیدا ہوتی ہے یعنی ایسے کلمات جن کو حلق بغیر کسی رکاوٹ کے ادا کرتا ہے۔ [۵۲]

اردو میں حروف علت کی تعداد دس (۱۰) ہے انہیں مصوتے بھی کہتے ہیں۔ اردو کے مصوتے درج ذیل ہیں۔  
۲.۲.۱ طویل مصوتے:

۱۔ الف ممدودہ (ا)

۲۔ یائے لین (اس کی آواز قدرے پھیل کر یعنی چوڑی ادا ہوتی ہے جیسے غیر، بیل)

۳۔ یائے معروف (اس کی آواز واضح ہوتی ہے جیسے چیل، فقیر)

۴۔ یائے مجہول (اس کی آواز نمایاں اور واضح نہیں ہوتی جیسے کھیل، بیل)

۵۔ واؤ لین (اس کی آواز قدرے پھیل کر یعنی چوڑی ادا ہوتی ہے جیسے پودا، عورت)

۶۔ واؤ معروف (اس کی آواز نمایاں ہوتی ہے کھل کر پڑھی جاتی ہے جیسے خور، خوب)

۷۔ واؤ مجہول (اس کی آواز نمایاں اور واضح نہیں ہوتی جیسے چور، شور)

۲.۲.۲ مختصر مصوتے:

۸۔ زبر ( )

۹۔ زیر ( )

۱۰۔ پیش ( ) [۶۲]

۲.۳ حروف صحیح:

ایسی علامتیں یا حروف جن کو ادا کرنے میں صوتی رکاوٹ لاحق ہوتی ہے حروف صحیح کہلاتے ہیں انہیں مصمتے بھی کہتے ہیں۔ اردو کے مصمتے درج ذیل ہیں۔

ب پ ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ  
ر ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف  
ق ک گ ل م ن و ہ ی نک نگ

\* تجزیے کے مطابق تحریری زبان میں مختصر مصوتے کے بعد اگر نون غنہ (ن) اور بعد ازاں 'ک' یا 'گ' آئے تو اس حرکت کی ادائیگی کے دوران 'ن' ک' اور 'ن' گ' کے امتزاج سے ایک منفرد آواز پیدا ہوتی ہے۔ [۷۲]

کسی بھی زبان کی درست ادائیگی میں اس کے تلفظ کی بہت اہمیت ہے۔ اگر تلفظ صحیح ادا نہ کیا جائے تو الفاظ کے معنی بدل جاتے ہیں۔ اردو زبان چوں کہ اپنے اندر مختلف زبانوں کے الفاظ سموئے ہوئے ہے لہذا اس میں تلفظ کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے۔ اردو زبان میں بعض الفاظ کے بچے ایک جیسے ہیں اس لیے ان الفاظ میں امتیاز ان کے تلفظ اور ان پر موجود علامات یا حرکات سے کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر علم اور علم ان دونوں الفاظ کے اجزائے ترکیبی ایک ہی ہیں پر ان کے معنی میں فرق ان پر موجود علامات کی مدد سے باسانی کیا جا سکتا ہے۔ علم کے معنی پرچم کے ہیں جبکہ علم کے معنی ہیں جاننا۔ زبان کے ہر لفظ کو بولنے کا طریقہ تلفظ کہلاتا ہے۔ یہ ایک اجتماعی عمل ہے جو افراد اور معاشرے کی باہمی رضامندی سے رواج پاتا ہے اس لیے کوئی بھی فرد واحد تلفظ کو بدلنے یا بگاڑنے کا حق نہیں رکھتا۔ انسان تلفظ کے معاملے میں اس قدر حساس ہوتا ہے کہ اگر کسی لفظ کو غلط بولتے سنے تو فوراً ٹوک دیتا ہے

اگر ٹوک نہ بھی سکے تو دل میں ناراضگی کا اظہار ضرور کرتا ہے۔ زبان کسی کو اپنی من مانی کرنے کا حق نہیں دیتی۔ تلفظ کے بدلنے یا بگڑنے کی دو وجوہات ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک آواز ہے جب لفظ اپنی زبان سے کسی دوسری ایسی زبان میں پہنچ جاتا ہے جس میں اس کی بعض آوازیں نہیں ملتیں اس وقت بولنے والا اس دخیل لفظ کی آوازوں کو اپنی بعض ملتی جلتی آوازوں سے ادا کرنے لگتا ہے۔ اس طرح لفظ کا ابتدائی تلفظ بدل یا بگڑ جاتا ہے مثال کے طور پر یوپی کے لوگ 'خ' کو 'کھ' سے، 'ف' کو 'پھ' سے اور 'ش' کو 'س' سے بولتے ہیں۔ فرانسیسی مادام انگریزی میں میٹم ہو گیا ہے کیونکہ انگریزی میں دال (د) کی آواز نہیں بولی جاتی۔ فارسی زبان میں بھاری آوازیں نہیں بولی جاتیں اس لیے فارسی والے 'تمہارا' کو 'تمارا' اور 'بھائی' کو 'بائی' کہتے ہیں۔ جب دخیل الفاظ کو لوگ اپنی زبان کے صوتی اصولوں کے مطابق بولتے ہیں تب بھی ابتدائی تلفظ بدل جاتا ہے۔ تلفظ کے بگاڑ کی دوسری وجہ رسم الخط ہے جب کوئی لفظ ایک رسم الخط سے دوسرے رسم الخط میں منتقل ہوتا ہے اس وقت بھی تلفظ بگڑتا ہے۔

رسم الخط کی خوبی یہ سمجھی جاتی ہے کہ اس کا ہر حرف ایک جداگانہ مخصوص آواز کی نمائندگی کرتا ہو، تاکہ زبان صحت اور قطعیت کے ساتھ لکھی جا سکے۔ رسم الخط کے باعث تلفظ کے بگڑنے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً ایک ہی رسم الخط میں ایک حرف ایک سے زیادہ آوازوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ انگریزی کے رومن رسم الخط میں سی (c) کا حرف کاف (ک) اور سین (s) کی دو آوازیں دیتا ہے جیسے کپ (cup) اور سائبر (cyber) کبھی کئی کئی حروف ایک ہی آواز کی نمائندگی کرتے ہیں اس سے بھی تلفظ بگڑ جاتا ہے۔ رومن رسم الخط میں کاف (ک) کی آواز تین تین حروف سے ادا کی جاتی ہے جیسے کیچ (catch) سی (c) سے، کک (kick) کے (k) سے اور کوٹہ (quota) کیو (q) سے۔ عربی نسخ میں نون غنہ (ن) اور میم (م) دونوں م کی آواز دیتے ہیں مثال کے طور پر ذنب (ذنب) اور حمد اردو میں پائل اور پائل، چھوڑا اور چھوڑا جیسے الفاظ کے جوڑوں سے تلفظ بدل سکتا ہے۔ [۸۲] بعض زبانوں کے کچھ الفاظ میں بعض حروف لکھے جاتے ہیں لیکن پڑھے نہیں جاتے انہیں خاموش حروف کہتے ہیں جیسے انگریزی لفظ (calf) کا (often) کا (t)، عربی کے لفظ قل الحمد لله کا (الف)، اردو میں خواب کا (و) وغیرہ۔ اب اگر کوئی فرد ان الفاظ کے مکتوبی رویوں پر پورا بھروسا کر کے پڑھے گا تو تلفظ غلط ہو جائے گا۔ [۹۲]

اردو رسم الخط کی تدریس مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کر کے طلبہ کے لیے آسان بنائی جا سکتی ہے۔

- ۱۔ اردو رسم الخط کی تدریس کے ابتدائی مرحلے میں ایسے حروف کی شناخت اور تحریری مشق کرانی چاہیے جو دوسرے حرف کے ساتھ جوڑے نہیں جا سکتے۔ مثال کے طور پر د، ڈ، ذ، ڈ، ز، ژ، و وغیرہ لیکن ان میں سے کوئی بھی حرف انفرادی طور پر نہیں سکھایا جائے بلکہ ان کی تدریس الفاظ کے سیاق و سباق میں کی جائے۔
- ۲۔ رسم الخط کی تدریس کے نقطہ نظر سے ابتدا میں ایسے الفاظ کا انتخاب کرنا چاہیے جن میں تمام حروف الگ الگ لکھے جاتے ہوں۔ مثال کے طور پر دادا، دال، راز، آگ، آم، آڑو، رات وغیرہ پھر ان الفاظ کی مدد سے چھوٹے چھوٹے جملے بنوائے جائیں۔ مثال کے طور پر دادا، آ، دال، دو، آم، دے دو وغیرہ۔
- ۳۔ اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ ایک صورتی گروپ کے تمام حروف ایک ساتھ سکھا دیے جائیں یعنی اگر ب لکھنا سکھایا جائے تو ساتھ ہی پ، ت، ٹ، ث لکھنا بھی سکھا دیا جائے، س کے ساتھ ش اور ک کے ساتھ گ لکھنا بھی بتا دیا جائے۔ ۴۔ ایسے گروپ کے حروف پہلے سکھائے جائیں جن کی تشکیل آسان ہو۔
- ۵۔ تجربے سے یہ بات ثابت ہے کہ کھڑی اور پڑی لکیروں کی مدد سے بننے والے حروف کی تدریس دوسرے حروف کی نسبت آسان ہوتی ہے یعنی ام، ب، پ، ت، ٹ، ث اور ف کا بنانا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ لہذا ان حروف سے طلبہ کو پہلے روشناس کرانا چاہیے۔
- ۶۔ اس کے بعد دائروں یا نیم دائروں کی مدد سے بننے والے حروف کی تدریس پر توجہ دینی چاہیے مثلاً ج، چ، ح، خ، ع، غ، ی، ق، س، ش، ص، ض، ڈ، ڈو وغیرہ۔
- ۷۔ اس کے بعد ایسے حروف لیے جائیں جو کھڑی اور پڑی لکیر کے امتزاج سے بنتے ہیں مثلاً ک، گ وغیرہ پھر جو کھڑی لکیر اور نیم دائرے کی مدد سے بنتے ہیں مثلاً ل۔
- ۸۔ آخر میں ایسے حروف لیے جائیں جو بیٹی اعتبار سے قدرے پیچیدہ ہیں مثلاً ط، ظ وغیرہ۔
- ۹۔ استاد کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اردو کے تمام حروف الفاظ کے سیاق و سباق میں سکھائے جائیں اور جب تک حروف کی مفرد شکلیں نہ سکھا دی جائیں ان حروف کی بدلی ہوئی شکلوں سے طلبہ کو متعارف نہ کرایا جائے۔ مثال کے طور پر اب یا دب کے ذریعے ب کی مفرد شکل سکھانے کے بعد ہی باغ کا لفظ سکھایا جائے جس میں ب کی بدلی ہوئی شکل استعمال ہوئی ہے۔
- ۱۰۔ اردو رسم الخط کی تدریس میں اعراب و علامات کی تدریس کو بھی ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ طلبہ کو ابتدائی چند اسباق کے دوران ہی زیر، زبر، پیش، ے، تشدید، نون غنہ (ن) اور جزم سے روشناس کرا دینا چاہیے۔ یہ تمام اعراب و علامات حروف کی مفرد اور ترکیبی شکلوں سے بننے والے الفاظ کے ساتھ سکھا دینے چاہیے۔

۱۱۔ اس کے بعد ہائے بوز، ہائے مخلوط، ہائے مختفی، واو معروف، واو لیں، واو معدولہ، واو عطف، ہائے مجہول، ہائے لین، ہائے معروف، تنوین، اضافت اور الف ممدودہ کا استعمال سکھایا جائے۔

قدیم طریقہ تدریس میں پہلے تمام حروف تہجی کو رٹوا دیا جاتا ہے اور سیاق و سباق سے ہٹ کر ان کو الگ الگ لکھوانے کی مشق کرائی جاتی ہے پھر ان حروف کی بدلی ہوئی شکلیں بغیر کسی سیاق و سباق کے سکھائی جاتی ہیں مثلاً با، بس، بیج، بد وغیرہ۔ ان میں حروف کی بدلی ہوئی شکلوں کے بہت سے مہمل جوڑ بھی طلبہ کو سیکھنے پڑتے ہیں اس کے بعد سہ حرفی، چہار حرفی اور پنج حرفی الفاظ سکھائے جاتے ہیں پھر کہیں جا کر جملے بنانے کی باری آتی ہے۔ اردو رسم الخط کا یہ طریقہ تدریس بے حد ناقص ہے جدید طریقہ تدریس کے مطابق زبان یا رسم الخط کے کسی بھی یونٹ کو سیاق و سباق سے الگ کر کے نہیں سکھانا چاہیے۔ [۰۳]

املا کے قواعد و اصول بنیادی طور پر زبان ہی کے قواعد و اصول ہوتے ہیں۔ جب تک یہ قواعد و اصول مرتب و مقرر نہ ہوں اور زبان کے رسم الخط یا تحریر میں ان کی پابندی نہ کی جائے حقیقی معنوں میں نہ تو کوئی زبان ترقی کر سکتی ہے اور نہ ہی اس کا معیار بلند ہو سکتا ہے۔ دنیا کی ساری ترقی یافتہ زبانوں میں املا کے ضابطوں کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ کسی لفظ کا تلفظ اپنے مروج املا سے چاہے کتنا ہی مختلف کیوں نہ ہو لیکن اس کا جو املا مقرر یا متعین ہے اسے اسی طرح لکھیں گے۔ مثال کے طور پر انگریزی کے الفاظ ہائی (high)، رف (rough) اور رائٹ (right) کے تلفظ کا ان کے املا سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے اس کے باوجود انہیں اسی طرح لکھا جاتا ہے۔ یہی صورت دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی ہے لیکن اردو املا کی جانب نہ پہلے کوئی توجہ دی گئی اور نہ ہی آج دی جا رہی ہے۔ اول تو اس کے اصول ہی معین نہیں، کچھ ہیں بھی تو یکجا نہیں کہ خاص و عام ان سے استفادہ کر سکیں۔ کتابت و طباعت میں بھی ان کی پابندی نہیں کی جاتی جس کا جس طرح دل چاہتا ہے وہ اردو لکھتا ہے۔ اس من مانی کے نتیجے میں اردو املا میں ایک لفظ کو کئی طرح سے لکھنے کا رواج ہو گیا ہے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ پانوں پاون پاون

۲۔ انہیں۔ انہیں۔ تمہیں۔ تمہیں

۳۔ منہ۔ منہ۔ منہ

۴۔ کیجے۔ کیجے۔ کیجیے

۵۔ مسالہ۔ مسالہ۔ مسالہ

۶۔ ٹھہرنا۔ ٹھہرنا۔ ٹھہرنا

مندرجہ بالا مثالوں سے اردو املا کی افراتفری کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے جو آج کی معیاری، غیر معیاری، صحافتی اور ادبی ہر قسم کی تحریر میں نظر آتی ہے۔ حروف کی اشکال، شوشے اور جوڑے سے قابل توجہ ہی نہیں سمجھے جاتے ایک حرف سے دوسرے حرف کو بغیر کسی قاعدے کے آزادانہ ملا دیا جاتا ہے موجودہ دور کے طالب علموں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ ”ب“، ”ن“ اور ”ی“ کو دوسرے حرفوں سے کس طرح ملا کر لکھتے ہیں نیز اردو کے حروف تہجی جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہاں کہاں اور کیا کیا شکلیں بدلتے ہیں۔ اردو تحریر میں رموز اوقاف اور بعض دوسری علامتوں کا استعمال کہاں کہاں ہوتا ہے۔ اس قسم کی باتیں انہیں بتائی ہی نہیں جاتیں نہ ہی املا کی مشق کرائی جاتی ہے۔ آج کل آموزش کو تیز تر بنانے کے لیے زبان کی تدریس کا جدید طریقہ کل سے جزو کی طرف اپنایا جاتا ہے یعنی جملے یا الفاظ کے بعد حروف اور ان کی اشکال کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اس طریقے کے کئی فائدے ہیں لیکن بڑا نقصان یہ ہے کہ طلبہ کو حروف اور ان کی اشکال میں مہارت حاصل کرنے کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ وہ پڑھنا تو جلد سیکھ جاتے ہیں لیکن درست لکھنا بیشتر کو نہیں آتا۔ اپنے طور پر وہ جیسا چاہتے ہیں لکھتے ہیں اور یہ چیز زبان کی تعلیم و تدریس اور ترویج دونوں کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اردو املا کے واضح اصول موجود ہوں اور ہر سطح پر ان کی پابندی کی جائے۔ اردو کی ترقی اور اشاعت و طباعت کے سارے ادارے ان اصولوں کو اپنائیں۔ عام لکھنے والوں سے لے کر کاتب و ناشر تک ان اصولوں کو مدنظر رکھیں تاکہ درست اردو املا مروج ہو سکے۔ [۱۳]

ابتدا میں بچوں کی آنکھیں جن صورتوں کو بار بار دیکھتی ہیں ذہن کے سادہ و صاف ورق پر وہ نقش اسی طرح محفوظ ہو جاتے ہیں۔ یہی حال املا کا ہے جب ابتدائی سطح پر املا کی مشق کرائی جاتی ہے یا لفظوں کی اشکال کو ذہن نشین کرایا جاتا ہے تو اکثر یہ ہوتا ہے کہ لفظوں کی تصویر ذہن کے پردے پر اتر آتی ہے۔ کتاب میں جو لفظ جس طرح لکھا ہوتا ہے طلبہ اس کو اسی طرح لکھنا سیکھتے ہیں یا پھر استاد تختہ سیاہ پر لفظ کو جس طرح لکھتا ہے طلبہ بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔ لہذا ابتدائی نصابی کتابوں کو مرتب کرنے سے پہلے بنیادی ذخیرہ الفاظ کے املا کا تعین کر لینا چاہیے اور پھر اس سلسلے کی ساری نصابی کتابوں میں ہر لفظ کا وہی ایک املا رکھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ استاد بھی الفاظ کو اسی طرح لکھے جس طرح وہ کتاب میں چھپے ہوں تاکہ طلبہ کے ذہنوں میں الجھن نہ پیدا ہو

کیونکہ جب تک نصابی کتب اور استاد کی معلومات میں یکسانیت نہیں ہوگی اس وقت تک تدریس کے خاطر خواہ نتائج بر آمد نہیں ہو سکتے۔ [۲۲]

صحیح املا کے لیے ضروری ہے کہ لفظ میں حرفوں کا تعین اور ترتیب ٹھیک ہو، حرفوں کے جوڑ پیوند درست ہوں اور نقطے صحیح جگہ پر ہوں۔ ایسے حرف اچھی خاصی تعداد میں ہیں جن کا تعین محض نقطوں کی مدد سے کیا جاتا ہے۔ ایسے حرف جب لفظ میں مختلف شوشوں کی صورت میں آتے ہیں اس وقت لفظوں کی اہمیت بڑھ جاتی ہے کیونکہ نقطوں کے صحیح جگہ پر نہ ہونے سے لفظ کی صورت بدل سکتی ہے مثال کے طور پر بنی بنی بن جاتا ہے، بیتا بیتا اس طرح کی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح شوشوں میں بھی جوڑ پیوند کے صحیح طریقوں کا خیال نہ رکھنے سے صحت املا پر فرق پڑتا ہے۔ [۳۳] زبان کی تعلیم کی ابتدا میں طالب علم حرفوں اور لفظوں کی صورت شناسی کے عمل سے گزرتا ہے۔ لہذا ابتدائی تعلیم میں اصل حیثیت لفظوں کی صورت سے روشناس ہونے کی ہوتی ہے۔ املا دراصل لفظوں کی صحیح تصویر کشی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ بچہ ابتدا ہی سے لفظوں کی صحیح شکل و صورت سے واقف ہو تو یہ لازمی ہے کہ ابتدائی درجوں کے لیے اردو کی جو کتابیں مرتب کی جائیں ان میں صحت املا کی بنیادی حیثیت اور اہمیت کو ملحوظ رکھا جائے۔ [۴۳]

تدریس ایک پیچیدہ فن ہے۔ اس کے لیے مہارت درکار ہوتی ہے لہذا ضروری ہے کہ اساتذہ تربیت یافتہ ہوں۔ جماعت کے مخصوص وقت میں متن کو کارآمد بنانے کے لیے موزوں طریقہ کار اپنانا جانتے ہوں۔ ماہرین درس و تدریس کے فن کے لیے مختلف مہارتیں تجویز کرتے ہیں جن پر عمل کر کے تدریس کو زیادہ موثر اور کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ فن چاہے کوئی بھی ہو سیکھنے والا اسے اپنے انفرادی انداز اور استعداد کے مطابق ہی سیکھتا ہے۔ یہی صورتحال تدریس میں بھی نظر آتی ہے کچھ اساتذہ اس فن میں ماہر ہو جاتے ہیں اور نت نئے تجربے کر کے اپنی تدریس کو مزید کارآمد بنانے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ کچھ اساتذہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو مشق کرنے کے بعد بھی بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر پاتے۔ اردو کی تدریس کو بہتر اور کامیاب بنانے کے لیے اساتذہ کو چاہیے اسکول میں اردو بولنے، پڑھنے اور لکھنے کا ایک خوشگوار ماحول پیدا کریں۔ تقریری و تحریری مقابلوں اور مختلف قسم کے تعلیمی کھیلوں کے ذریعے زبان دانی کے آسان و دلچسپ ذرائع طلبہ کے لیے مہیا کریں۔ ہر جماعت میں طلبہ کی عمر اور شوق کے لحاظ سے اردو کے آسان اشعار، اقوال، جلی حروف میں لکھ کر اویزاں کریں اور طلبہ کو بھی ان کاموں میں اپنے ساتھ شامل کریں۔ بیبت بازی، لطیفہ گوئی اور نظم خوانی کے مقابلے منعقد کرائے جائیں، طلبہ کو ان میں حصہ لینے اور اپنی بات کہنے کا آزادانہ موقع دیا جائے جو طلبہ اردو میں کمزور ہیں ان پر خصوصی توجہ دی جائے۔ طلبہ کے والدین سے ملاقات کر کے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ بچہ اردو میں کیوں کمزور ہے اور اس کمزوری پر قابو پانے کے لیے والدین کو مفید مشورے دیے جا سکتے ہیں۔ اردو کے ریڈیائی ڈرامے، مکالمے اور خبریں بھی اردو تدریس میں بے حد معاون ہو سکتی ہیں۔ طلبہ کی توجہ کا اصل مرکز اسکول نہیں بلکہ معلم ہوتا ہے اس لیے طلبہ کی تعلیم و تربیت کا انحصار بھی زیادہ تر معلم کی شخصیت اور اس کے طرز عمل پر ہوتا ہے۔ معلم تعلیمی مقاصد کے حصول میں اہم کردار ادا کرتا ہے معلم کی ذمہ داری ہے کہ جس مضمون کی بھی تدریس کر رہا ہو اس کو طلبہ کے سامنے دلچسپ بنا کر پیش کرے تاکہ طلبہ میں وہ مضمون پڑھنے کا شوق پیدا ہو اور وہ دلچسپی کا اظہار کریں۔ [۵۲]

معلم کا اپنے مضمون سے گہری دلچسپی رکھنا بے حد ضروری ہے یعنی جو مضمون وہ پڑھا رہا ہو اس سے اس کو فطری لگاؤ ہو۔ معلم کا فطری لگاؤ اور دلچسپی ہی طلبہ میں کسی مضمون کے مطالعے کا مستقل شوق اور ذوق پیدا کرتی ہے۔ عام طور پر معلمین اردو کو آسان مضمون سمجھ کر اس کی تدریس کے لیے کسی خاص تیاری یا محنت کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ایسا طرز عمل اردو کی تعلیم و تدریس کے لیے نہایت نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ اردو پاکستان کے نظام تعلیم اور معاشرے میں نہایت اہم مقام رکھتی ہے۔ ابتدائی سطح پر طلبہ کو تمام مضامین اردو زبان میں پڑھائے جاتے ہیں لہذا دوسرے مضامین کے مقابلے میں اردو کی تدریس پر زیادہ توجہ دینی چاہیے جب تک طلبہ صحیح اردو بولنے، پڑھنے اور لکھنے کی مہارت حاصل نہ کر لیں وہ کسی بھی مضمون میں نمایاں ترقی نہیں کر سکتے۔ اردو ایک مخلوط زبان ہے اس میں یوں تو مختلف زبانوں کے الفاظ شامل ہیں لیکن یہ اپنا ایک الگ مزاج رکھتی ہے اس کے مزاج سے آشنا ہوئے بغیر اس کی تدریس سہل نہیں۔ لہذا اردو کے معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اردو زبان کی ارتقائی منزلوں اور اس کے لب و لہجے سے آشنائی رکھتا ہو، زبان و ادب کے مطالعے کا ذوق رکھتا ہو نیز اردو تدریس کو کام سمجھ کر انجام نہ دے۔ سبق پڑھانے سے قبل الفاظ کے معنی اور تلفظ کی تصدیق کر لے، زبان و بیان کے بدلتے ہوئے رجحانات اور الفاظ سازی کے عام اصولوں سے باخبر ہو، تذکیر و تانیث، واحد جمع اور صرف و نحو کے عام قاعدوں سے واقفیت رکھتا ہو، حروف کے مخارج، ان کی آوازوں اور الفاظ کے صحیح تلفظ سے آگاہ ہو، نثر و نظم کو بلحاظ موضوع مناسب لب و لہجہ اور آواز کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ موثر انداز میں پڑھ سکتا ہو۔ تحریر صاف ہو لکھنے میں املا کی صحت، حروف کی نوک پلک، جوڑ، شوشہ، مرکز اور نقاط کے صحیح استعمال کا لحاظ رکھتا ہو۔ اردو کے معلم کے

لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تربیت یافتہ ہو۔ اردو تدریس کے خاص و عام مقاصد اور ان کے طریقہ کار سے واقفیت رکھتا ہو۔ تدریس کے قدیم و جدید اصولوں کو عملی طور پر اپنی تدریس میں استعمال کر سکتا ہو۔ [۶۳]

تدریس اردو میں کسی خصوصی طریقہ کار کے ساتھ ان عام اصولوں کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے جو تدریس کو موثر بنانے کے لیے نہایت مفید ہیں مثلاً آسان سے مشکل، معلوم سے نا معلوم، خاص سے عام، نفسیاتی ترتیب سے منطقیانہ ترتیب، سادہ سے پیچیدہ اور کل سے جزو کی طرف چلنے کی پابندی اردو تدریس کے لیے بھی لازمی ہے۔ اس کے علاوہ استاد کو شفیق لب و لہجے کے ساتھ تدریس میں ایسا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے جو دلچسپ ہونے کے ساتھ طلبہ میں تجسس کو ابھار سکے۔ ان میں مطالعہ و مشاہدہ کا شوق پیدا کر سکے۔ اس کے لیے معلم کو چاہیے کہ پہلے سبق کے اشارات مرتب کر لے، سبق سے متعلق ضروری توضیحی اشیاء اکھٹا کر لے، مناسب سوالات کی فہرست تیار کر لے، اس کے بعد تدریس کا آغاز کرے۔ طلبہ کو انفرادی و اجتماعی دونوں طرح سے سیکھنے اور سمجھنے کا موقع دے۔ ان کی شخصیت کی تعمیر کرے۔ سبق کو دلچسپ بنانے کے لیے جدت سے کام لے، نصاب کے علاوہ طلبہ میں خاموش مطالعہ کا شوق پروان چڑھائے۔

اردو تدریس کے لیے ضروری ہے کہ طلبہ کو عملی رغبت دلائی جائے یعنی جب ان کو بولنا، پڑھنا اور لکھنا سکھایا جائے تو انہیں خود بولنے، پڑھنے اور لکھنے کا موقع دیا جائے اور مہارت پیدا کرنے کے لیے انہیں زیادہ سے زیادہ مشق کرائی جائے۔ بار بار مشق کرنے سے کام آسان ہو جاتا ہے۔ پرائمری سطح کے طلبہ کھیل بہت پسند کرتے ہیں اور اس کے ذریعے مشکل سے مشکل چیزوں کو آسانی سے سیکھ لیتے ہیں۔ اردو تدریس میں بھی ”کھیل کھیل میں تعلیم“ کے اصول پر عمل کر کے طلبہ کو اس طرف راغب کیا جا سکتا ہے اور زبانی و تحریری مشقوں کے ذریعے متعدد کھیل کھلائے جا سکتے ہیں مثال کے طور پر الفاظ کی بجے درست کرنے یا الفاظ بنانے کا مقابلہ، الفاظ و محاورات میں جملوں کے استعمال کا مقابلہ، خالی جگہ پر کرنا، بیت بازی، نظم خوانی، قصہ گوئی اور ڈرامے کے مقابلوں کے ذریعے طلبہ میں اس مضمون سے متعلق دلچسپی پیدا کی جاسکتی ہے۔ [۷۳] موجودہ ضروریات کے مطابق درسی کتابوں کو بہتر بنایا جا سکتا ہے تاکہ طلبہ میں ادب کے مطالعے کا رجحان پیدا ہو اور اظہار کی صلاحیتیں پروان چڑھ سکیں۔ اردو پڑھنے والا ہر طالب علم ادیب یا شاعر نہیں بن سکتا مگر زبان و ادب کی تعلیم کے ذریعے طلبہ میں اظہار کی قوت کے ساتھ اس جمالیاتی جس کو بیدار کیا جا سکتا ہے جو ہر فرد میں موجود ہوتی ہے۔ [۸۳]

تدریس زبان کے حوالے سے ہمارے تعلیمی اداروں میں ابھی تک دنیا کے اکثر تدریسی طریقوں سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ روایتی طریقہ، قواعد و ترجمہ کا طریقہ، سمعی لسانی طریقہ، فطری طریقہ، مباحثی طریقہ، ابلاغی طریقہ، تجویزی طریقہ اور ان سب کو ملا جلا کر ایک امتزاجی طریقہ ان سب کا رواج رہا ہے۔ زبان سکھانے میں بس ایک روایت سبق پڑھانے اور سبق سننے، کچھ لکھانے اور کچھ لکھنے تک محدود رہی ہے۔ کسی نے بھی آج تک زبان کے تدریسی طریقوں پر غور کرنے کی زحمت نہیں کی بس چند طریقے نو آموزوں کو بتا دیے جاتے ہیں اور وہ اپنے اسکولوں میں جا کر پھر سے انہی پرانے گھسے پٹے روایتی طریقے سے وابستہ رہتے ہیں۔ اس کی ایک اہم وجہ روایتی نصابی کتابیں ہیں۔ [۹۳]

”پروفیسر نسرین زہرا“ کے مطابق استاد کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے طلبہ کو کیا پڑھانے اور کیوں کر پڑھائے! [۱۰۴] شاید اسے اس مسئلے کا ادراک نہیں ہو پاتا کیونکہ اس کے سامنے ایک مجوزہ نصابی کتاب موجود ہوتی ہے جس کا متن اسے طلبہ کو ہر حال میں پڑھانا ہوتا ہے اور استاد یہی سمجھتا ہے کہ اس کا کام صرف ”پڑھانا“ ہے۔ گویا سنا، بولنا، لکھنا اور پڑھنا، زبان کا عملی استعمال اور مقاصد سے ہم آہنگی وغیرہ کے باقی امور اس کا کام نہیں اور یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے کہ استاد کو اپنے ان مسائل کا علم اور ادراک ہی نہیں ہوتا۔ اسے یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ اس کے سامنے کمرہ جماعت میں کس قسم کے طلبہ بیٹھے ہیں آیا اردو زبان ان کی مادری زبان ہے یا ان کے لیے اجنبی ہے؟ زبان کی تدریس کے لیے استاد کو کسی واضح طریقہ تدریس کا علم بھی حاصل نہیں ہوتا۔ برسوں سے لگے بندھے طریقے چلے آ رہے ہیں ان ہی کے مطابق سبق کی تدریس و تقہیم جاری ہے۔

اگر اردو پڑھاتے ہوئے طلبہ کی مادری زبانوں کا خیال رکھ لیا جائے تو تدریس اردو کا عمل زیادہ کارآمد اور مفید ہو سکتا ہے۔ تدریس میں جہاں بنیادی مقصد زبان کی بنیادی مہارتیں سکھانا اور ثانوی مقصد مختلف مضامین کے تصورات پیش کرنا ہو وہاں زبان، نفس مضمون اور بیان تینوں مل کر اپنا مقصد پورا کر سکتے ہیں۔ انسان اپنے ذاتی خیالات اپنی مادری زبان میں ہی سوچتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ مادری زبان کی تدریس پر بھرپور توجہ دی جائے اور اسے پروان چڑھایا جائے۔ [۱۱۴] اگر طلبہ کی مادری زبان اردو نہ ہو تو ابتدائی طور پر ان سے ان کی مادری زبان میں بات کی جائے اور پھر بتدریج انہیں اردو زبان کی طرف راغب کیا جائے۔ یہ ایک اچھے استاد کا ہی کمال ہے جو اپنی قابلیت، مہارت، طریقہ تدریس، طلبہ کی مادری زبان اور اردو زبان میں عبور کی بنیاد پر ابتدائی اور بنیادی سطح پر زبان کی تدریس کے عمل کو طلبہ کے لیے دلچسپ اور آسان بناتے ہیں اور ان میں یہ احساس پیدا نہیں ہونے دیتے کہ وہ کوئی اجنبی زبان سیکھ رہے ہیں۔ [۱۲۴] درسی کتب میں اردو زبان کے مقامی زبانوں سے اشتراک کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کیا جائے۔ مقامی زبانوں کے ایسے الفاظ جو اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں ان کو خاص طور پر استعمال کیا جائے نیز

مقامی زبانوں کے ادب سے بھی استفادہ کیا جائے کیونکہ مقامی زبانوں کو نظر انداز کر کے اردو زبان کی خدمت کر سکتا مشکل کام ہے۔ اردو دراصل پاکستان کی مختلف زبانوں کے ساتھ احسن طریقے سے مربوط اور منسلک ہے لہذا درسی کتب میں اگر صوبائی زبانوں کے حروف تہجی شامل کر دیے جائیں تو زیادہ بہتر اور موزوں طریقے سے اردو زبان اور پاکستان کی دیگر زبانوں میں اشتراک اور یکسانیت کو نمایاں کیا جا سکتا ہے مثال کے طور پر سندھ کی پہلی جماعت کی درسی کتاب کے آخر میں سندھی زبان کے حروف تہجی شامل کر دیے جائیں۔]۳۴]

تعلیم کی ابتدائی منزلوں میں زبان سیکھنے اور برتنے کا سلیقہ سکھانے پر زور دیا جانا زیادہ ضروری ہے۔]۴۴] جب تک نصابی کتابوں اور پڑھانے والے کی معلومات میں یکسانیت نہیں ہوگی مسائل جنم لیتے رہیں گے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ استاد طلبہ کو کسی لفظ کا املا جس طرح بتاتا ہے کتاب میں وہی لفظ کسی اور طرح لکھا ہوتا ہے اس طرح نہ صرف طلبہ میں بے چینی پیدا ہوتی ہے بلکہ اساتذہ بھی مسائل کا شکار ہوتے ہیں۔ ابتدائی سطح پر طلبہ جن صورتوں کو بار بار دیکھتے ہیں ان کی یادداشت کے سادہ صفحے پر وہی صورتیں نقش ہو جاتی ہیں۔ پرائمری سطح پر جب انہیں املا کی مشق کرائی جاتی ہے، الفاظ کی اشکال کو ذہن نشین کرایا جاتا ہے، الفاظ کے بچے کرائے جاتے ہیں تو طلبہ کے ذہن کے پردے پر لفظوں کی تصویر اتر آتی ہے کتاب میں کوئی بھی لفظ جس طرح لکھا ہوتا ہے طلبہ اس لفظ کو اسی طرح لکھنا سیکھتے ہیں۔ اسی طرح استاد کسی بھی لفظ کا املا طلبہ کو جس طرح سکھاتے ہیں طلبہ اس لفظ کو بھی اسی طرح ذہن نشین کرتے ہیں بلکہ استاد کے لکھے اور سکھائے گئے الفاظ کا طلبہ کے ذہن پر زیادہ اثر ہوتا ہے لہذا ابتدائی نصابی کتابوں کو مرتب کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ بنیادی ذخیرہ الفاظ کے املا کا تعین کر لیا جائے اور تمام نصابی کتابوں میں ہر لفظ کا وہی ایک املا تحریر ہو، تاکہ دوران تدریس پیدا ہونے والے مسائل اور الجھنوں سے بچا جا سکے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ استاد بھی ان تمام الفاظ کو اسی طرح لکھے جس طرح وہ نصابی کتب میں موجود ہوں۔]۵۴]

ابتدائی جماعتوں میں املا کے ساتھ تلفظ کا مسئلہ بھی درپیش رہتا ہے، ایک ہی لفظ مختلف علاقوں میں مختلف طرح سے بولا جاتا ہے جب مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے طلبہ اسکولوں میں داخل ہوتے ہیں تو ایسے میں تلفظ کی معیار بندی کس بنیاد پر ہو؟ ایسا تلفظ اپنایا جانا چاہیے جو قواعد کی رو سے درست ہو۔ اس کے ساتھ ابتدائی جماعتوں میں پڑھائی جانے والی کتب میں ضروری حد تک اعراب کا استعمال کئے جانے کی بھی ضرورت ہے تاکہ پورے ملک کی آبادی میں یکسانیت پیدا کی جا سکے۔]۶۴] تدریس اردو زبان میں ایک مسئلہ یہ بھی سامنے آتا ہے کہ ان علاقوں میں جہاں رہنے والوں کی مادری زبان اردو نہیں بلکہ وہ اردو صرف قومی زبان ہونے کی وجہ سے بولتے یا سیکھتے ہیں، وہاں اردو زبان کے معیار، روزمرہ اور محاورے کا فقدان ہوتا ہے جبکہ تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانے والی زبان ادبی اور کتابی ہوتی ہے۔ ایک بچے کا ذخیرہ الفاظ، ادائی اور محاورہ یا تو کسی بولی پر مبنی یعنی مقامی نوعیت کا ہوتا ہے یا پھر کتابی لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ صوتی اور صرفی سطح پر زیادہ سے زیادہ مشقیں شامل نصاب کی جائیں تاکہ بچے بار بار اس عمل سے گزریں اور ان میں مہارت پیدا ہو۔]۷۴]

۳۔ مجموعی مشاہدات:

اردو تدریس کا مسئلہ تمام پاکستانیوں کا مسئلہ ہے، اسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ خاص کر پرائمری سطح پر اردو کی تدریس کی اہمیت اس لیے زیادہ ہے کیونکہ یہیں سے بنیاد بننا شروع ہوتی ہے جو آگے جا کر مضبوط عمارت کی شکل اختیار کرتی ہے۔ پاکستان کے تمام سرکاری و نجی تعلیمی اسکولوں میں اردو لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے۔ اردو کو پاکستان کی قومی زبان ہونے کا درجہ حاصل ہے لیکن بد قسمتی سے اس کی تدریس پر مناسب توجہ نہیں دی جاتی۔ موجودہ دور میں ابتدائی سطح پر زبانوں کی تدریس کی نئی تکنیک سامنے آچکی ہیں۔ ہر دن محققین تدریس کے نئے اسلوب دریافت کر رہے ہیں لیکن ہمارے سرکاری اسکولوں میں اردو پڑھانے والے اساتذہ جدید تکنیک سے ناواقف ہیں بلکہ زبان سکھانے کی تربیت سے بھی محروم ہیں جو کہ ابتدائی سطح پر تدریس کے لیے بے حد ضروری ہے۔ اردو زبان کی بنیادی باتوں کے متعلق بھی درست معلومات اساتذہ کے پاس موجود نہیں اور نہ ہی وہ حقائق جاننے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ قواعد سے ناواقف ہیں اور جو چند ایک قواعد کے بارے میں تھوڑا بہت جانتے ہیں ان کو قواعد کی تدریس سے متعلق آگاہی نہیں۔ دوران تدریس طلبہ کی دلچسپیوں کو مد نظر نہیں رکھتے، تلفظ کی مشقیں نہیں کراتے، اساتذہ کی اکثریت پیشہ ورانہ ڈگری رکھنے کے باوجود سمعی و بصری معاونات کا استعمال نہیں کرتی اور نہ ہی سبق کی منصوبہ بندی کر کے جماعت میں جانپاسند کرتی ہے۔ زبان سیکھنے اور سکھانے کے سائنٹیفک طریقوں سے بھی ہمارے اساتذہ لاعلم ہیں، روایتی نصاب کے ذریعے اردو کی تدریس کی جا رہی ہے۔]۸۴] مشاہدے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ املا نویسی کا رواج ختم ہوتا جا رہا ہے جس کی وجہ سے طلبہ اردو املا کی مبادیات سے واقفیت حاصل نہیں کر پا رہے اور نتیجہ یہ ہے کہ املا کی غلطیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔

اردو کے استاد کو ہر اعتبار سے ماہر ہونا چاہیے۔ اگر وہ اردو کے بجائے خود کسی اور زبان کا بولنے والا ہے تو اسے اپنی مادری زبان کی طرح اردو زبان پر بھی عبور ہونا چاہیے۔ زبان کے استاد کا لسانیات کے علم سے واقف ہونا بھی

بے حد ضروری ہے تاکہ وہ نہ صرف زبان کی پیچیدگیوں کو سمجھ سکے بلکہ ان مسائل پر بھی غور کر سکے جو زبان سیکھتے وقت ان طلبہ کو درپیش ہوتے ہیں جن کی پہلی زبان اردو نہیں ہوتی۔ لسانیات معیاری اردو اور اس کی بولیوں کے فرق کو سمجھانے میں بھی مدد دیتی ہے۔ اس علم کے بغیر زبان کی ابتدا و ارتقا اور دوسری زبانوں سے اس کے رشتوں کو نہ تو صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی سمجھایا جا سکتا ہے۔ استاد کا اردو بولنے والے کے تہذیبی رشتوں سے واقف ہونا بھی ضروری ہے تاکہ زبان کے مزاج کے بارے میں طلبہ کو سمجھا سکے۔ اس کے ساتھ استاد کا تجربہ کار ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ زبان پڑھانے وقت ذاتی تجربوں کا بھی کافی دخل ہوتا ہے۔ زبان ہمیشہ ویسی سکھانی چاہیے جیسی وہ ہے۔ [۹۴] رسم الخط سکھانے کی شروعات پہلے اصوات کے ان نمائندہ حروف سے کرنی چاہیے جو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ آسان ہوں۔ زبان سکھانے وقت مشق پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے "فرائز" کا کہنا ہے کہ زبان سکھانے کا پچاسی (۵۸) فیصد وقت مشقوں پر صرف ہونا چاہیے اور باقی دوسرے کاموں پر [۰۵] جہاں تک طلبہ کی صلاحیت اور استعداد کو جانچنے اور پرکھنے کا تعلق ہے، اس سلسلے میں اردو قواعد کا تجزیہ کرنا، ساخت کے اعتبار سے الفاظ کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنا، خالی جگہ بھروانا، املا، بول چال، سماعت، مکالمہ، تلفظ اور تحریر جیسی چیزوں سے مدد لی جا سکتی ہے۔ قواعد کا تجزیہ کرانے وقت اسے مختلف حصوں میں تقسیم کر دینا چاہیے جیسے اجزائے کلام، قواعدی عناصر کی تشریح اور قواعد کے اصول وغیرہ پرکھنے یا جانچنے کا یہ طریقہ مشکل ضرور ہے لیکن اس طرح طالب علم کی دلچسپی اور زبان پر اس کی دسترس کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ [۱۵] ہمارے ہاں چونکہ تدریسی حوالے سے تدریس اردو کا کورس تمام زیر تربیت اساتذہ کے لیے لازمی نہیں چنانچہ اسکولوں میں اردو پڑھانے کے لیے کسی بھی استاد کو لگا دیا جاتا ہے چاہے اس نے اردو ایف۔ اے تک پڑھی ہو۔ [۲۵] اردو زبان اور لسانیات کا مطالعہ غیروں پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ لسانیات کا کوئی بھی سائنسی تصور اور اس کے ماہر استاد اردو کے جامعاتی شعبوں میں موجود نہیں۔ معاشرے میں اردو عملی طور پر کسی شعبہ میں موجود نہیں، سائنس، ٹیکنالوجی، کمپیوٹر، طب، انجینئرنگ، تجارت، سرکار کہیں بھی اردو موجود نہیں جہاں کہیں اردو جواب دے جاتی ہے تو روز مڑہ کی صحافتی طرز کی اردش یا اینگلو اردو میں باتیں سامنے آتی ہیں۔ اردو کی پکار محض رسماً ہو رہی ہے عملاً کچھ بھی نہیں، نہ حکومتی سطح پر، نہ عوام میں، نہ خواص میں، نہ اساتذہ میں، نہ طلبہ میں اب بس قومی زبان کو دفنانا باقی ہے یہ اور بات ہے دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ۔ [۳۵]

ہمارے ملک میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی موجود ہے، اردو جن کی پہلی زبان نہیں ہے اور نہ ہی ان کے گھروں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ وہ اگر اردو زبان سیکھنا چاہتے ہیں تو صرف ملکی سطح پر رابطے کی غرض سے سیکھتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر زبان سیکھنے کا کوئی خاص محرک سامنے ہو تو وہ جلدی سیکھی جاتی ہے مثال کے طور پر اگر اردو زبان کا یہ محرک سامنے آئے کہ اسے سیکھنے سے روزگار ملنے میں آسانی ہوگی تو لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اردو سیکھیں گے اور جلدی سیکھیں گے، بلکہ اردو زبان سیکھنے میں ان کا دل بھی خوب لگے گا لیکن ہمارے ہاں حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اردو سیکھنے کی نہ تو معاشی طور پر کوئی ضرورت ہے بلکہ اس کے سماجی، علمی اور تعلیمی محرکات بھی ختم ہوتے جا رہے ہیں۔

ہمارے ہاں کسی بھی یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم اردو زبان میں نہیں دی جاتی۔ تمام امتحانات چاہے وہ کمیشن کے ہوں یا سول سروس کے انگریزی زبان میں لیے جاتے ہیں، نوکری کا حصول بھی انگریزی زبان آنے سے مشروط ہے۔ اگر کسی فرد کو انگریزی زبان نہیں آتی پھر چاہے وہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہونو کری کا حصول اس کے لیے ناممکن ہے۔ چھوٹے چھوٹے نجی تعلیمی اداروں کا یہ حال ہے کہ ان اساتذہ کو نوکری دیتے ہیں جن کو انگریزی بولنا آتی ہو، اردو چاہے آئے نہ آئے کوئی فرق نہیں پڑتا، تمام چھوٹے بڑے نجی تعلیمی اداروں کا ذریعہ تعلیم انگریزی ہے۔ کمرہ جماعت میں اردو بولنے کی سختی سے ممانعت ہے۔ اردو بولنے والے طلبہ کو جاہل خیال کیا جاتا ہے۔ وہ سرکاری تعلیمی ادارے جن کا ذریعہ تعلیم اردو ہے کمتر خیال کیے جاتے ہیں۔ اب تو معاملہ یہ ہے کہ کچھ سرکاری اسکولوں کا ذریعہ تعلیم بھی انگریزی کر دیا گیا ہے۔ ایسے میں نئی نسل کا اپنی قومی زبان سے دور ہو جانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں نیز اساتذہ کا بھی اردو زبان پڑھانے میں دلچسپی کا اظہار نہ کرنا کوئی حیرت کی بات نہیں۔

#### ۴. تحقیقی طریقہ کار اور اعداد و شمار:

بنیادی طور پر زیر نظر تحقیق ایک عملی تحقیق ہے۔ عملی تحقیق میں مسائل کو حل کرنے کے لیے سائنسی طریقے کے اصولوں کا اطلاق کیا جاتا ہے مثال کے طور پر

- ۱۔ نمونہ بندی
- ۲۔ سوالنامہ اور انٹرویو
- ۳۔ شماریاتی اور ریاضیاتی طریقہ
- ۴۔ نتائج

چنانچہ حاصل شدہ نتائج کی روشنی میں یہ تحقیق ایک کیفیتی اور مقداری یعنی امتزاجی تحقیق ہے۔ شہر کراچی کے پرائمری سطح کے سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے طلبہ، ان کے والدین اور اردو پڑھانے والے اساتذہ سے اس تحقیقی مقالے کے لیے سوالنامے بھروائے گئے ہیں اور انٹرویو لیے گئے ہیں۔ سوالنامے کے لیے تیس (۳۰) اساتذہ، ساٹھ (۶۰) طلبہ اور اٹھارہ (۱۸) والدین کا انتخاب کیا گیا ہے۔ طلبہ، والدین اور اساتذہ نے ہاں اور نہیں میں جواب دیے ان کے نتائج فیصد کی صورت میں نکالے گئے ہیں۔ انٹرویو کے لیے تیس (۳۰) طلبہ، بارہ (۱۲) اساتذہ اور دس (۱۰) والدین کا انتخاب کیا گیا اور ان سے چند سوالات پوچھے گئے ان سب کے جوابات کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے۔

۴.۱ سوالنامے کے نتائج اور تجزیہ:  
اساتذہ سے کل تیس (۰۳) سوالات پوچھے گئے حاصل شدہ جوابات کے مجموعی نتائج درج ذیل ہیں۔  
شہر کراچی کے سرکاری اسکولوں میں پرائمری سطح پر اردو پڑھانے والے جن اساتذہ سے سوالنامے بھروائے گئے ان میں سے پچاسی (۵۸) فیصد اساتذہ کی پہلی/مادری زبان اردو ہے، چوراسی (۴۸) فیصد اساتذہ اردو بولنے پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ ستانوے (۷۹) فیصد اساتذہ کی پسندیدہ زبان اردو ہے، چھیانوے (۶۹) فیصد ذاتی طور پر اردو کی تدریس میں دلچسپی لیتے ہیں جبکہ ساٹھ (۰۶) فیصد اردو زبان کے قواعد سے واقف ہیں۔ نوے (۰۹) فیصد اساتذہ کے خیال میں اردو ایک لشکری زبان ہے۔ اڑتالیس (۸۴) فیصد اساتذہ کو اردو کی تدریس کے دوران مسائل کا سامنا ہے، چالیس (۰۴) فیصد کے خیال میں پرائمری سطح کے طلبہ کو اردو پڑھانا کافی مشکل ہے۔ چورانوے (۴۹) فیصد اساتذہ کے مطابق طلبہ اردو زبان سیکھنے میں دلچسپی لیتے ہیں۔ نواسی (۹۸) فیصد کا کہنا تھا اسکول انتظامیہ بھی اردو کی تدریس میں دلچسپی رکھتی ہے جبکہ چھتر (۶۷) فیصد اساتذہ کا کہنا تھا کہ والدین بھی اردو زبان میں دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ ستتر (۷۷) فیصد اساتذہ سبق کی منصوبہ بندی کر کے طلبہ کو پڑھاتے ہیں، بیاسی (۲۸) فیصد دوران تدریس مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں، ترانوے (۳۹) فیصد بچوں کے ذریعے اردو پڑھاتے ہیں، اٹھانوے (۸۹) فیصد اساتذہ کا خیال ہے کہ بچوں کے ذریعے طلبہ اردو جلدی پڑھنا سیکھ جاتے ہیں۔ نواسی (۹۸) فیصد اساتذہ پیشہ ورانہ مہارت رکھتے ہیں لیکن تدریسی اعانات کا استعمال صرف پچپن (۵۵) فیصد کرتے ہیں۔ اکسٹھ (۱۶) فیصد پرائمری کے اردو نصاب سے مطمئن ہیں۔ انسٹھ (۹۵) فیصد اساتذہ کا کہنا ہے کہ اردو میں مہارت حاصل نہ ہونے کی بڑی وجہ اردو کو رومن میں لکھنا ہے۔ چوراسی (۴۸) فیصد اساتذہ کو اردو زبان کی تدریس کے لیے مہارت درکار ہے، پچانوے (۵۹) فیصد اساتذہ کے خیال میں اردو زبان کو پاکستان میں سرکاری سطح پر نافذ ہونا چاہیے جبکہ ستانوے (۷۹) فیصد کا کہنا ہے کہ سرکاری اسکولوں میں ذریعہ تعلیم بھی اردو ہونا چاہیے۔ چوالیس (۴۴) فیصد اساتذہ حکومت پاکستان کی جانب سے اردو زبان کی ترقی کے لیے اٹھائے گئے موجودہ اقدامات سے مطمئن ہیں۔ پچیس (۵۲) فیصد اساتذہ کے خیال میں پرائمری سطح پر طلبہ کو بہ یک وقت چار زبانیں سکھانا درست ہے جبکہ اٹھاسی (۸۸) فیصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ اردو ہر جگہ اولین زبان کے طور پر پڑھائی جائے تو تدریس کے مطلوبہ نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ تینتالیس (۳۴) فیصد اساتذہ کے خیال میں پرائمری اردو نصاب طلبہ کی نفسیات اور ضروریات سے ہم آہنگ ہے، چوٹن (۴۵) فیصد کے خیال میں مختلف درجات کے نصاب میں تدریج و ارتقاء کے اصول کو پیش نظر رکھا گیا ہے، اکیاسی (۱۸) فیصد کے خیال میں ابتدائی سطح پر اردو کا پڑھایا جانے والا نصاب روایتی ہے، اٹھاون (۸۵) فیصد کے خیال میں اردو نصاب طلبہ کے ذوق کی نمائندگی کرتا ہے۔ اکیاون (۱۵) فیصد اساتذہ اردو کو مقامی زبانوں سے ہم آہنگ کر کے پڑھاتے ہیں۔

مندرجہ بالا مجموعی نتائج کی روشنی میں محققہ کی رائے یہ ہے کہ اساتذہ اردو زبان سے وابستگی رکھتے ہیں۔ خود بھی اردو بولنا پسند کرتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کے طالب علم بھی اردو بولیں لیکن اردو کی تدریس کی جدید تکنیک اپنانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ مطالعہ کو وسیع نہیں کر رہے، جو کچھ نصابی کتب میں موجود ہے روایتی طریقوں سے اس کی تدریس کیے جا رہے ہیں۔ اردو زبان کی ابتدا سے متعلق ابہام کا شکار ہیں، قواعد پڑھانے کے طریقہ کار سے ناواقف ہیں، نئی چیزیں سیکھنے کی طرف راغب نہیں ہو رہے۔ چند اساتذہ ہی ایسے ہیں جو اردو زبان پر عبور رکھتے ہیں باقی اساتذہ کی اردو زبان سے متعلق معلومات واجبی سی ہیں۔ عام طور پر اردو کو گھر کی زبان سمجھ کر نظر انداز کرنے کا تاثر عام ہوتا جا رہا ہے، اس کے علاوہ تمام نجی اسکولوں کا ذریعہ تعلیم اردو کے بجائے انگریزی ہے، اساتذہ کے اپنے بچے نجی تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ روز بروز انگریزی سیکھنے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے اور آہستہ آہستہ سرکاری اسکول بھی انگریزی ذریعہ تعلیم اپنا رہے ہیں۔ انگریزی کے بڑھتے ہوئے رجحان نے اساتذہ کو دو راہوں کا مسافر بنا دیا ہے جس کے باعث وہ کسی ایک کے ساتھ بھی انصاف نہیں کر پا رہے۔ سہی کسر سوشل میڈیا اور پرنٹ میڈیا پر پیش کی جانے والی اردو نے پوری کردی ہے غلط تلفظ کو صحیح کرنے کے بجائے اساتذہ خود بھی غلط اردو بولنے لگے ہیں اس کی بڑی وجہ کتابوں سے دوری ہے۔ الیکٹرانک میڈیا تمام لوگوں کے ساتھ ساتھ اساتذہ کے شوق۔ مطالعہ پر بھی اثر انداز ہوا ہے وہ بھی کتابوں سے دور ہو گئے ہیں۔ پرائمری سطح پر اردو زبان کی تدریس میں مشکل پیش آنے کی ایک بڑی وجہ زبان کو آسان کر کے نا پڑھانے کی ہے۔ پرائمری کے بچے

چھوٹے ہوتے ہیں ان کو کوئی بھی چیز سکھانے کے لیے بار بار مشق کرانے کی ضرورت ہے لیکن اساتذہ عملی مشق کرانے کے بجائے رٹنے پر زور دیتے ہیں جس کے باعث بچوں کو اردو مشکل لگتی ہے اور اساتذہ کو لگتا ہے پرائمری سطح پر اردو کی تدریس مشکل ہے۔

طلبہ سے گل پندرہ (۵۱) سوالات پوچھے گئے حاصل شدہ جوابات کے مجموعی نتائج درج ذیل ہیں۔  
شہر کراچی کے سرکاری اسکولوں میں پرائمری سطح پر پڑھنے والے جن طلبہ سے سوالنامے بھرائے گئے ان میں سے پچھتر (۵۷) فیصد طلبہ اپنے گھر میں اردو زبان بولتے ہیں۔ ننانوے (۹۹) فیصد طلبہ کو اردو پڑھنا اچھا لگتا ہے، گیارہ (۱۱) فیصد کو اردو لکھنا مشکل لگتا ہے۔ اٹھارہ (۸۱) فیصد طلبہ اسکولوں میں انگریزی اور سندھی کے علاوہ تمام مضامین اردو زبان میں پڑھتے ہیں۔ (یعنی اسکولوں کی اکثریت کا ذریعہ تعلیم اردو ہے۔) انیس (۹۱) فیصد طلبہ کا کہنا تھا کہ اساتذہ انہیں بچوں کے ذریعے پڑھاتے ہیں چار (۴) فیصد طلبہ نے کہا کہ ان سے اسکول میں بلند خوانی کرائی جاتی ہے، دو (۲) فیصد نے کہا اسکول میں املا لیا جاتا ہے چار (۴) طلبہ کو اردو کے اساتذہ اچھے لگتے ہیں، دو (۲) فیصد نے کہا اردو کے اساتذہ انہیں اردو پیار سے پڑھاتے ہیں تیس (۳۲) فیصد طلبہ ٹی وی دیکھتے ہیں، چوبیس (۴۲) فیصد کارٹون دیکھنا پسند کرتے ہیں، بارہ (۲۱) فیصد کو اردو زبان میں کارٹون دیکھنا پسند ہے۔ آٹھ (۸) فیصد طلبہ کو کہانیاں پڑھنے کا شوق ہے، سولہ (۱۶) فیصد کو اردو زبان میں کہانیاں پڑھنا پسند ہے۔ بارہ (۲۱) فیصد طلبہ اسکول اوقات کے علاوہ روزانہ کی بنیاد پر مطالعہ کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا مجموعی نتائج کی روشنی میں محققہ کی رائے یہ ہے کہ طلبہ اردو زبان پسند کرتے ہیں اور اسے سیکھنا بھی چاہتے ہیں لیکن اسے سیکھنے میں طلبہ کو دشواری کا سامنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوران تدریس اساتذہ جو تدریسی طریقے اختیار کرتے ہیں وہ طلبہ کے لیے کشش کا باعث نہیں ہیں۔ طلبہ سے بچے نہیں کرائے جاتے، بلند خوانی نہیں کرائی جاتی، املا نویسی پر توجہ نہیں دی جاتی یعنی انہیں اردو آسان کر کے نہیں پڑھائی جاتی۔ روایتی نصاب اور روایتی طریقہ تدریس طلبہ کے اعصاب پر بوجھ کی مانند ہے جس کے باعث ان کے اندر مطالعہ کی عادت پروان نہیں چڑھ رہی بلکہ وہ دن بہ دن مطالعہ سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے طلبہ کی اکثریت کم عمری سے ہی روزگار سے وابستہ ہو جاتی ہے تیسری جماعت میں پڑھنے والے بچے اسکول کے اوقات کے بعد کوئی نا کوئی کام کرتے ہیں اور رات گئے گھر جاتے ہیں۔ ان کو روزانہ کی بنیاد پر سبق دہرانے یا کسی کتاب کا مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملتا جو کچھ وہ اسکول میں سیکھتے ہیں صرف وہی علم ان کے کام آ رہا ہوتا ہے۔ والدین سے گل بیس (۵۲) سوالات پوچھے گئے حاصل شدہ جوابات کے مجموعی نتائج درج ذیل ہیں۔

شہر کراچی کے سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے جن طلبہ کے والدین سے سوالنامے بھرائے گئے ان میں سے ستر (۷۶) فیصد والدین کے گھر میں اردو زبان بولی جاتی ہے۔ اکتھ (۱۶) فیصد والدین نے کہا ان کے گھر کے تمام افراد اردو بولتے ہیں، اکتھ (۱۷) فیصد والدین نے کہا ان کے گھر کے تمام افراد اردو پڑھنا بھی جانتے ہیں اور چھاسٹھ (۶۶) فیصد والدین کے مطابق ان کے گھر کے تمام افراد اردو لکھنا بھی جانتے ہیں۔ تمام والدین کو اردو زبان اچھی لگتی ہے، چھتر (۶۷) فیصد والدین اردو ادب پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں، پچاس (۵۰) فیصد کو معلوم ہے اردو میں حروف تہجی کی گل تعداد کتنی ہے اور انیس (۹۲) فیصد والدین کا کہنا ہے کہ وہ مفرد اور مرکب حروف تہجی کی تعداد سے بھی واقف ہیں۔ اکیاسی (۱۸) فیصد والدین گھر میں اپنے بچے کو اردو پڑھاتے ہیں، نواسی (۹۸) فیصد والدین کے مطابق ان کے بچے کا اردو املا اچھا ہے۔ تمام والدین کی خواہش ہے کہ ان کے بچے اردو زبان سیکھیں۔ ستر (۷۷) فیصد والدین نے کہا کہ وہ انگریزی کے مقابلے میں اردو کو اہمیت دیتے ہیں۔ اکیانوے (۱۹) فیصد والدین کا کہنا ہے سرکاری اسکولوں میں ذریعہ تعلیم اردو ہونا چاہیے اور ننانوے (۹۹) فیصد کے خیال میں اردو کو سرکاری سطح پر نافذ ہونا چاہیے۔ اکیاون (۱۵) فیصد والدین اخبار پڑھتے ہیں۔ ستر (۷۶) فیصد والدین کا کہنا ہے ٹی وی ڈراموں میں صحیح اردو بولی جاتی ہے اور ستر (۷۶) فیصد والدین کا یہ بھی کہنا ہے کہ ٹی وی پر چلنے والی خبریں درست املا میں لکھی آ رہی ہوتی ہیں۔ چھاسی (۶۸) فیصد والدین عامیانہ الفاظ استعمال کرنے پر اپنے بچے کی اصلاح کرتے ہیں۔ ننانوے (۹۹) فیصد والدین نے کہا حکومت پاکستان کو اردو زبان کے فروغ کے لیے اقدامات کرنے چاہیں۔ انچاس (۹۴) فیصد والدین کا کہنا ہے کہ پرائمری سطح پر بچوں کو ایک ساتھ چار زبانیں سکھانا درست ہے۔

مندرجہ بالا مجموعی نتائج کی روشنی میں محققہ کی رائے یہ ہے کہ والدین اردو زبان کی تدریس سے متعلق نہایت سنجیدہ رویہ رکھتے ہیں۔ انہیں اردو ادب پڑھنے کا شوق ہے اور وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کے بچے درست اردو پڑھیں، بولیں اور لکھنا سیکھیں۔ اردو میڈیم اسکولوں میں تعلیم حاصل کریں بلکہ ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ ملک بھر میں ذریعہ تعلیم اردو ہو اور اسے سرکاری سطح پر بھی نافذ کیا جائے۔ شاہ فیصل ٹاؤن کے سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے طلبہ کے تقریباً تمام والدین متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ والدین کی اکثریت پڑھی لکھی نہیں ہے، گھر چلانے کے لیے ماں اور باپ دونوں کماتے ہیں، زیادہ تر والدین تو کماتے کی غرض سے ہی کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ اردو ان کی پہلی یا مادری زبان بھی نہیں ہے بلکہ یہ اپنے گھروں میں مختلف زبانیں بولتے ہیں لیکن اس کے باوجود اردو کو

نہ صرف پسند کرتے ہیں، اس کا فروغ چاہتے ہیں بلکہ ملک بھر میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنائے جانے کے حق میں ہیں، ان کی خواہش ہے کہ ان کے بچے اردو زبان سیکھیں۔ والدین انگریزی زبان کی اہمیت سے بھی بخوبی آگاہ ہیں لیکن اردو کے مقابلے میں اسے اہمیت دینے کو تیار نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اردو کو سرکاری سطح پر نافذ ہونا چاہیے۔ چوں کہ والدین کی اکثریت تعلیم یافتہ نہیں اس لیے الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر پیش کی جانے والی اردو میں موجود غلطیوں کی نشاندہی کرنے سے قاصر ہے۔ اس کے ساتھ اپنے بچوں کو بھی صحیح اردو بولنے، درست تلفظ کا استعمال کرنے اور املا کی اغلاط سے بچنے کی تربیت دینے سے بھی محروم ہے۔ والدین اپنے بچوں کی بہتر تعلیم کے لیے اداروں اور اساتذہ کے مربیوں منت ہیں۔ ایسی صورتحال میں ہمارے اساتذہ پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ والدین کی توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کریں۔

۴.۲. انٹرویو کا تجزیہ:

مصاحبے کے دوران اساتذہ سے کل بارہ (۲۱) سوالات پوچھے گئے۔ جوابات کی روشنی میں محققہ کی رائے یہ ہے کہ اساتذہ کی اکثریت اردو کی تدریس میں ذاتی طور پر دلچسپی نہیں لیتی۔ اساتذہ اردو و زبان کو پسند تو کرتے ہیں لیکن شوق سے پڑھتے نہیں ہیں بلکہ ضرورت کے تحت ایک کام سمجھ کر پورا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اردو زبان سے متعلق درست حقائق جاننے کی کوشش نہیں کرتے، ان کی معلومات محدود ہیں۔ اساتذہ کی اکثریت آج تک اردو کو لٹریچر کی زبان سمجھتی ہے، اردو کے حروف تہجی کی تعداد سے اساتذہ ناواقف ہیں، ان کو مفرد اور مرکب حروف تہجی کے بارے میں معلوم نہیں، مصوتے اور مصمتے سے انجان ہیں۔ ہائے آوازوں کو الگ کر کے پڑھا رہے ہیں۔ سبق کی منصوبہ بندی نہیں کرتے، اکثریت کے نزدیک تدریس کے لیے منصوبہ بندی کی ضرورت ہی نہیں۔ سرکاری اسکولوں میں پڑھانے والے زیادہ تر اساتذہ کی نوکری کی مدت پوری ہونے کے قریب ہے۔ ان کے رویے میں لچک کا فقدان ہے وہ جدید طریقوں کے مطابق تدریس کرنے سے گھبراتے ہیں۔ تدریسی اعانات کا استعمال نہیں کرتے، ٹیکنالوجی کے استعمال سے دور بھاگتے ہیں۔ آج کے جدید دور میں بھی وہ طلبہ کو وہی سب کچھ پڑھا رہے ہیں جو کچھ وہ روایتی نصابی کتب سے خود پڑھتے ہوئے آئے ہیں اور روایتی طریقے سے ہی پڑھا رہے ہیں۔ اردو کی تدریس کے نئے اور جدید طریقے اختیار نہیں کر رہے۔ اساتذہ اردو کی دن بہ دن بگڑتی ہوئی صورتحال سے واقفیت تو رکھتے ہیں لیکن عملی طور پر تدریس اردو کی بہتری کے لیے کوئی اقدامات اٹھانے کو تیار نہیں۔ چند ہی اساتذہ ایسے ہیں جو اردو زبان اور تدریس اردو کی بہتری کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں لیکن ملک بھر میں اور اب سرکاری اسکولوں میں بھی انگریزی کا بڑھتا ہوا رجحان ان کی اس کوشش کی راہ میں رکاوٹ کا باعث ہے۔

طلبہ سے انٹرویو میں کل پندرہ (۵۱) سوالات کیے گئے۔ ان کی جانب سے دیے گئے جوابات کی روشنی میں محققہ کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ طلبہ کی اکثریت اپنے گھر میں اردو زبان نہیں بولتی بلکہ ان کی پہلی یا مادری زبان کوئی اور ہے لیکن اس کے باوجود طلبہ اردو زبان کو بہت پسند کرتے ہیں، ان کو اردو مشکل نہیں لگتی اور وہ اردو زبان میں تمام مضامین پڑھنا چاہتے ہیں لیکن طلبہ کی کثیر تعداد اردو حروف تہجی کی درست تعداد سے بھی واقف نہیں، چند طلبہ ایسے ہیں جو اردو کے مصوتوں کی تعداد کا علم رکھتے ہیں لیکن مصوتے کون سے ہوتے ہیں یہ وہ نہیں جانتے، کچھ طلبہ نے مصمتے کا لفظ کبھی نہیں سنا لیکن کیا وجہ ہے کہ انگریزی نا تو قومی زبان ہے نہ ہی طلبہ کی پہلی یا مادری زبان اور زیادہ تر طلبہ کو مشکل بھی لگتی ہے پھر بھی مشکل لگنے کے باوجود انگریزی حروف تہجی کا تعداد کا علم تقریباً تمام طلبہ کو ہے، زیادہ تر طلبہ vowels کے بارے میں، ان کی تعداد کے بارے میں اور consonants سے متعلق بھی جانتے ہیں۔ وی پر انگریزی کارٹون دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اس صورتحال میں یہ بات واضح ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں انگریزی پر تمام تر توجہ صرف کی جاتی ہے جبکہ اردو کی تدریس پر اس لیے توجہ نہیں دی جاتی کہ یہ تو ہمارے گھروں میں بولی جانے والی زبان ہے جس کا نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ طلبہ اردو کی بنیادی باتوں سے بھی انجان رہتے ہیں۔ موجودہ صورتحال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اردو زبان کی تدریس کے لیے جدید طریقے اختیار کیے جائیں تاکہ طلبہ نہ صرف دلچسپی کا اظہار کریں بلکہ درست اردو بولنے، پڑھنے اور لکھنے کے قابل ہوسکیں۔ اس سلسلے میں اساتذہ کی جدید خطوط پر تربیت کرنی بھی نہایت ضروری ہے۔

والدین سے (۱۰) سوالات کیے گئے۔ ان کے جوابات کی روشنی میں محققہ کی رائے یہ ہے کہ اردو زبان کو تقریباً تمام والدین پسند کرتے ہیں اور پہلی یا مادری زبان نا ہونے کے باوجود اردو زبان میں مطالعہ کرنا پسند کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ والدین کی اکثریت یہ خواہش بھی رکھتی ہے کہ ان کے بچے اردو میڈیم اسکولوں میں تعلیم حاصل کریں یعنی والدین یہ چاہتے ہیں کہ ملک میں ذریعہ تعلیم اردو ہو لیکن ملک بھر میں انگریزی کے پڑھتے ہوئے رجحان کے باعث والدین الجھن کا شکار ہیں۔ وہ اس بات کو لے کر پریشان ہیں کہ ان کے بچوں کا مستقبل کیا ہوگا۔ دن بہ دن انگریزی کی مانگ بڑھ رہی ہے اس صورتحال میں سرکاری تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے ان کے بچے کہاں کھڑے ہوں گے۔ اردو زبان کے بہتر مستقبل سے متعلق والدین پر امید تو ہیں لیکن پریقین نہیں ہیں کیونکہ موجودہ صورتحال میں اردو ذریعہ تعلیم کے تحت پڑھنے والے بچے، والدین کو آگے بڑھتے دکھائی نہیں دے رہے۔ والدین کو اس غیر یقینی صورتحال سے نکالنے

کے لیے ملکی سطح پر اردو زبان کا نفاذ بہت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں حکومت پاکستان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اردو کی ترویج و ترقی کے لیے بھر پور کوششیں کرے اور بطور قومی زبان اردو کو ملک بھر میں نافذ کرے۔  
5. ماحصل:

اردو زبان پاکستان بھر میں بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔ اسے پاکستان کی قومی زبان ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ قومی زبان کسی بھی ملک کی تہذیبی، ثقافتی، معاشرتی و معاشی اور سماجی اقدار کی عکاسی کرتی ہے نیز کسی بھی ملک میں رہنے والے تمام افراد کو ایک دوسرے سے منسلک رکھتی ہے۔ پاکستان کے ہر صوبے میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں جو علاقائی زبانیں کہلاتی ہیں لیکن اردو ایک ایسی زبان ہے جو پاکستان میں رہنے والے تمام افراد کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہے پاکستان میں رہنے والا ہر فرد خواہ وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو اس کے لیے اردو زبان سے واقفیت اس لیے ضروری ہے تاکہ وہ اپنے خیالات کی ملکی سطح پر ترسیل کر سکے۔ قومی زبان ہونے کی حیثیت سے اردو ابتدائی سطح سے لے کر جامعاتی سطح تک پاکستان کے تعلیمی نصاب کا لازمی حصہ ہے۔ بچہ جیسے ہی اسکول جانا شروع کرتا ہے اسے اردو پڑھنا سکھائی جاتی ہے لیکن چونکہ پاکستان میں زیادہ تر افراد کی پہلی زبان اردو نہیں ہے پاکستان کے مختلف صوبوں میں مختلف علاقائی زبانیں بولی جاتی ہیں اس وجہ سے سرکاری اسکولوں میں آنے والے بچوں کو اردو بولنے، پڑھنے اور لکھنے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے نیز اساتذہ کو بھی تدریس اردو میں مسائل درپیش ہوتے ہیں۔ کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے پاکستان بھر سے کثیر تعداد میں مختلف افراد یہاں روزگار حاصل کرنے کی غرض سے آتے ہیں جن میں سے اکثر افراد اپنے پورے خاندان کے ہمراہ یہاں رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کا تعلق چونکہ مختلف علاقوں سے ہوتا ہے لہذا یہ زبانیں بھی مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر افراد کی تعداد ایسی ہوتی ہے جو نہ صرف ناخواندہ ہوتے ہیں بلکہ اردو زبان بولنا بھی نہیں جانتے۔ تعلیم دلانے کی غرض سے جب یہ افراد اپنے بچوں کو سرکاری اسکولوں میں داخل کراتے ہیں تو نصاب کا لازمی حصہ ہونے کے باعث بچوں کو نہ صرف اردو زبان بولنی بلکہ پڑھنی اور لکھنی بھی پڑتی ہے۔ اردو زبان سے زیادہ واقفیت نہ رکھنے کے باعث بچوں کو اردو زبان پڑھنے اور سیکھنے میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں نیز انگریزی کے علاوہ چونکہ تمام مضامین اردو زبان میں ہوتے ہیں اسوجہ سے نہ صرف طلبہ مشکلات کا شکار ہوتے ہیں بلکہ اساتذہ کو بھی تدریس اردو میں مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پرائمری سطح (پہلی سے پانچویں تک) چونکہ بنیادی سطح ہے لہذا نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ اس سطح پر بچے کو جو کچھ بھی سکھایا جاتا ہے وہ اس کی بنیاد بنانے میں مددگار ہوتا ہے۔ اگر بنیاد مضبوط بن جائے تو آگے کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ کراچی کے سرکاری اسکولوں میں پرائمری سطح پر طلبہ و طالبات کو اردو زبان پڑھنے اور لکھنے میں خاصی دشواریوں کا سامنا ہے۔ ان کو نہ حروف تہجی کی پہچان ہے اور نہ ہی بچے کرنے آتے ہیں۔ املا اور تلفظ کے مسائل درپیش ہیں۔ اردو میں ہائے آوازیں کتنی ہیں مصوتے اور مضممتے کتنے ہیں ان تمام باتوں سے وہ نا واقف ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اردو پڑھانے والے اساتذہ کی اکثریت غیر تربیت یافتہ ہے۔ کچھ اساتذہ ایسے بھی ہیں جن کے پاس کوئی پیشہ ورانہ ڈگری نہیں ہے اور وہ تدریس اردو کے بنیادی اصولوں سے بھی ناواقف ہیں۔ پرائمری اسکولوں میں اردو پڑھانے والے زیادہ تر اساتذہ اردو کی تدریس میں دلچسپی نہیں لیتے۔ کچھ اساتذہ تو اردو مجبوری کے تحت پڑھا رہے ہیں۔ وہ اردو املا اور تلفظ کے مسائل کو اہمیت ہی نہیں دیتے اس لیے ان مسائل کو حل کرنے کے حوالے سے جو بھی کتابیں موجود ہیں ان سے استفادہ نہیں کرتے۔ شہر کراچی کے سرکاری اسکولوں میں پرائمری سطح پر تدریس اردو کے دوران اساتذہ کو درپیش مسائل جیسے موضوع پر عملی تحقیق کرنے کے بعد مجموعی طور پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ اساتذہ، طلبہ اور والدین اردو زبان کی تدریس میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اسے سیکھنا چاہتے ہیں۔ اکثریت کی خواہش ہے کہ اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے اور اسے فروغ دیا جائے۔ دوران تحقیق اساتذہ، طلبہ اور والدین سے جو سوالنامے بھروائے گئے اور مصاحبہ/انٹرویو کیا گیا۔ ان سے حاصل ہونے والے نتائج آپس میں مماثلت رکھتے ہیں۔ تدریس اردو کے مسائل پر قابو پانے اور اس کی بہتر اور موثر تدریس کے لیے عملی طور پر کچھ اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے جو اردو زبان کو فروغ دینے میں بھی ممدود و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

محققہ کے خیال میں اس موضوع پر کراچی شہر کے نجی اسکولوں میں بھی پرائمری سطح پر عملی تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ اس بات سے آگاہی حاصل ہو سکے کہ نجی اسکولوں کے اساتذہ، طلبہ اور والدین اردو زبان کی تدریس میں کتنی دلچسپی لیتے ہیں، انہیں کن مسائل کا سامنا ہے نیز وہ اردو کو بطور ذریعہ تعلیم اپنانے پر آمادہ ہیں یا نہیں۔ بعد ازاں اس تحقیق کا دائرہ صوبہ سندھ کے دیگر شہروں کے سرکاری و نجی پرائمری، ایلیمینٹری اور سیکنڈری سطح کے اسکولوں تک پھیلا یا جا سکتا ہے۔

6- تجاویز:

پرائمری سطح پر سرکاری تعلیمی اداروں میں تدریس اردو کو بہتر بنانے اور تدریس اردو کے دوران اساتذہ کو درپیش مسائل کے حل کے لیے چند تجاویز پیش کی جا رہی ہیں جن پر عمل کر کے خاطر خواہ نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

- ۱۔ اردو تدریس میں جو بھی مسائل درپیش ہیں ان کو حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ معیاری نصاب ترتیب دیا جائے۔ اردو کے اساتذہ کو زبان پڑھانے کی باقاعدہ تربیت دی جائے، زبان سکھانے ایسے طریقوں کا استعمال کیا جائے جو طلبہ کے لیے دلچسپی کا باعث ہوں۔ سمعی و بصری معاونات کا استعمال کیا جائے
- ۲۔ زبان سیکھنے میں بنیادی مسئلہ زبان لکھنے اور پڑھنے کا ہوتا ہے اس لیے رسم الخط سکھانے کے ایسے سائنٹیفک اصول وضع کیے جائیں جن کی مدد سے املا کی غلطیوں پر قابو پایا جا سکے۔ [۴۵]
- ۳۔ رسم الخط سکھانے کے موثر طریقے ایجاد کیے جائیں جو حروف اور لفظوں میں ان کی بدلتی ہوئی شکلوں اور جوڑوں کی نہ صرف وضاحت کرسکیں بلکہ مختلف آوازوں کے لیے ایک حرف اور ایک آواز کے لیے کئی حرفوں کے مسائل بھی حل کر سکیں۔ [۵۵]
- ۴۔ اردو زبان کی تعلیم و تدریس کے لیے ضروری ہے کہ استاد زبان کی ساخت، اس کی باریکیوں اور پیچیدگیوں سے واقف ہولہذا استاد اردو کی توضیحی قواعد کا مطالعہ کرے۔
- ۵۔ اردو کے تلفظ پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے، ماہرین اس طرف دھیان دیں۔ معیاری لغت کا استعمال کیا جائے۔
- ۶۔ اردو تدریس کے مسائل پر مضامین لکھے جائیں جو ایسے رسائل یا اخبارات میں شائع ہوں جن تک اساتذہ کی رسائی ممکن ہو۔
- ۷۔ سمعی و بصری معاونات بھی زبان سکھانے میں کافی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ تصاویر، چارٹس، سلائیڈز، ویڈیو فلم وغیرہ کا استعمال کیا جائے۔ ان کی مدد سے تلفظ، لہجہ، الفاظ کے معنی و مطالب، اسلوب، بات کرنے میں چہرے کے اتار چڑھاؤ کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ [۶۵]
- ۸۔ کراچی ایک بین الاقوامی شہر ہے۔ یہاں مختلف علاقائی زبانیں بولنے والے افراد رہائش پذیر ہیں لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی اعتبار سے تدریس کے طریقے اور مواد کی تشکیل کی جائے اور ابتدائی نصاب اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے مرتب کیا جائے۔
- ۹۔ زبان بنیادی طور پر اظہار نطق کی ایک شکل ہے لہذا وہ بچے جو گھروں میں اردو زبان نہیں بولتے، ان کی مادری زبان کوئی اور ہے ان طلبہ کے لیے اردو کی ایسی درسی کتابیں تشکیل دی جائیں جن کے ذریعے ان کی صوتی عادتوں میں اردو کے صوتی نظام کے تعلق سے اصلاح کی جائے۔
- ۱۰۔ درسی کتب کی تیاری میں اردو اور علاقائی زبانوں کے تقابلی مطالعے سے کافی حد تک مدد مل سکتی ہے۔ اس سلسلے میں اردو زبان کے ان اساتذہ کو بھی جو لسانی علوم سے واقف نہیں ہوتے عام صوتیات، اردو صوتیات اور مقامی بولیوں کے تناظر میں تقابلی صوتیات کی بنیادی تربیت دی جانی چاہیے۔ تقابلی مطالعے کے ذریعے تدریسی مسائل کو کافی حد تک حل کیا جا سکتا ہے۔ [۷۵]
- ۱۱۔ غیر اردو علاقوں میں اردو نصاب کچھ مختلف مرتب کیا جائے اور تدریس علاقائی، تہذیبی، تاریخی اور لسانی تناظر میں دی جائے۔ [۸۵]
- ۱۲۔ قومی زبان اور علاقائی زبانوں کا باہمی رشتہ بنیادی اور بہت ضروری ہے۔ پاکستان میں چونکہ مختلف علاقائی زبانیں بولی جاتی ہیں لہذا اردو اور علاقائی زبانوں کے تعلق کو بھی استوار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ اردو کے جو ادیب اور شاعر علاقائی زبانیں نہیں جانتے وہ ان کی طرف خاص طور پر توجہ دیں جو لوگ اردو کے ساتھ علاقائی زبانیں بھی جانتے ہیں وہ اخذ و ترجمہ کے ذریعے اردو کو علاقائی زبانوں سے متعارف کرائیں۔ اس سے قومی و علاقائی دونوں زبانوں کو فائدہ پہنچے گا، اردو کا دامن وسیع ہوگا، اس کے موضوع و مواد میں رنگا رنگی آئے گی، مقامی ثقافت کی نمائندگی و ترجمانی کی صلاحیت پیدا ہوگی نیز اردو قومی زبان کی حیثیت سے صوتیات اور علاقائی زبانوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ بن جائے گی۔ جب لوگ اپنی علاقائی زبانوں کے اثرات اور نقوش قومی زبان میں دیکھیں گے تو فطری طور پر اس کی جانب راغب ہوں گے۔ [۹۵]
- ۱۳۔ زبان دانی اور ذریعہ تعلیم کو ایک ہی چیز سمجھنے سے گریز کیا جائے۔ انگریزی کی حقیقی ضرورت اور مقام کو نہ سمجھ کر اسے بغیر کسی ضرورت کے ہر چھوٹے بڑے پر نہ تھوپا جائے۔ ہمارے ہاں سمجھے بوجھے بغیر چند الفاظ زبانی یاد کر کے ڈگریاں حاصل کر لی جاتی ہیں۔ ہم نے انگریزی زبان کو ہر مرض کی دوا سمجھ رکھا ہے جبکہ اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ پوری دنیا میں کیا ہو رہا ہے کوئی بھی مہذب ملک خواہ ترقی یافتہ ہو یا ترقی پذیر اپنی قومی زبان کو غیر ضروری اور کم مایہ تصور نہیں کرتا۔ زبان کی کم مائیگی کی شکایت وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنی زبان کو ابھرتا اور بڑھتا ہوا دیکھنا نہیں چاہتے۔ اپنی زبان سے ہر قسم کا کام لینے کی ضرورت ہے تاکہ طلبہ کا قیمتی وقت بچایا جا سکے جو وہ ایک اجنبی زبان کو سیکھنے میں صرف کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں طلبہ کے ساتھ اساتذہ بھی انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کے چکر میں اتنا وقت برباد کر دیتے ہیں کہ دوسری زبانوں کو سیکھنے کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہوتی۔ [۱۰۶]

۴۱۔ غیر مادری زبان کی حیثیت سے اردو کی تعلیم و تدریس کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ اس کے محرکات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کیا جائے۔ [۱۶]

۵۱۔ اردو کی تعلیم جب غیر مادری زبان کی حیثیت سے دی جائے تو اس کی تدریس کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کی جائے جو اہل زبان ہوں یعنی جن کی مادری زبان اردو ہو۔ [۲۶]

۶۱۔ اردو زبان کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے مختلف سیمینارز کا انعقاد کروایا جائے۔  
۷۱۔ اردو میں تحقیق صرف ماضی پر نہ کی جائے بلکہ عصر حاضر میں صوت کیا ہے؟ لفظ کیا ہے؟ معنی کسے کہتے ہیں؟ بعض اوقات ایک سے زیادہ الفاظ لکھ کر ہم ایک ہی لفظ یا فعل مراد کیوں لیتے ہیں مثال کے طور پر آہستہ آہستہ، فر فر جیسے مرکبات اور ترکیبات وغیرہ ان موضوعات پر تحقیق کی جائے، اردو الفاظ کی جزویات بندی پر کام کیا جائے۔ [۳۶]

۸۱۔ اردو کا موجودہ قاعدہ بہتر اور مزید بہتر بننے کے امکانات کا حامل ہے۔ یہ قاعدہ دراصل ابتدائی سطح پر تدریس زبان کے تجربات کا ایک تسلسل ہے اور اس تسلسل میں رکاوٹ نہیں آنی چاہیے۔

۹۱۔ ہر زبان دوسری زبان سے مختلف ہوتی ہے زبان کا اپنا ایک الگ طرز بیان ہوتا ہے اسی لیے ہر زبان کی تدریس کا طریقہ بھی مختلف ہوتا ہے۔ اردو و زبان میں چونکہ ہم شکل حروف کی تعداد زیادہ ہے جن میں محض نقطوں کے ذریعے فرق کیا جاتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اساتذہ ابتدائی سطح سے ہی طلبہ کو نقطوں کے فرق کے لحاظ سے حروف کی اس طرح پہچان کرائیں کہ ان کے ذہن میں کوئی الجھن باقی نہ رہے۔

۱۰۲۔ ابتدائی جماعتوں سے ہی پڑھائی پر زور دینے کی ضرورت ہے پڑھائی کے لیے الگ سے ایک پیریڈ مختص کیا جائے۔

۱۲۔ املا نویسی کے رجحان کو فروغ دینے کی ضرورت ہے پہلی جماعت سے ہی املا لازمی لیا جائے۔

۲۲۔ اردو زبان کو صوبوں کے عام افراد تک اس انداز میں پہنچایا جائے کہ وہ اپنی مادری زبان کے ساتھ ساتھ اردو کو بھی اپنے کاموں میں برتنے لگیں اور اردو زبان کو بھی اپنی زبان سمجھیں۔

۳۲۔ نئی تحقیقات کو مدنظر رکھ کر نصاب کی تشکیل کی جائے۔

۴۲۔ میڈیا کسی بھی چیز کو فروغ دینے کا ایک طاقت ور ذریعہ ہے میڈیا پر اردو کے حوالے سے دلچسپ پروگرام پیش کیے جائیں بچوں کے لیے اردو زبان میں کارٹون نشر کیے جائیں کہانیاں اور لطائف سنائے جائیں اور معلوماتی ادبی پروگرام دکھائے جائیں۔

۷۔ امکانات:

پرائمری سطح پر شہر کراچی کے سرکاری تعلیمی اداروں میں تدریس اردو کے دوران اساتذہ کو درپیش مسائل کا جائزہ لینے کے بعد راقمہ کے خیال میں ان مسائل کا سد باب کرنے کے لیے پہلے مرحلے میں کراچی کے ایک ٹاؤن کے پرائمری سطح کے سرکاری اسکولوں میں اردو پڑھانے والے بیس (۰۲) اساتذہ کا انتخاب کر کے ان کو تربیت دی جاسکتی ہے۔ دوسرے مرحلے میں ان ہی اسکولوں کے کچھ طلبہ کا انتخاب کر کے ان کو اردو زبان کی بنیادی باتوں سے آگاہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد اساتذہ اور طلبہ سے دوبارہ وہی سوالات پوچھے جائیں جو دوران تحقیق تدریس اردو کے مسائل جاننے کے لیے کیے گئے تھے۔ اگر اساتذہ اور طلبہ میں بہتری نظر آئے تو اس طریقہ کار کا دائرہ کراچی کے تمام اضلاع تک پھیلا دیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد اسے مزید آگے بڑھاتے ہوئے نہ صرف کراچی بلکہ پورے صوبہ سندھ میں تدریس اردو کے حوالے سے بہتری لائی جاسکتی ہے۔ پرائمری سطح کے ساتھ ثانوی سطح پر بھی تدریس اردو کے مسائل معلوم کیے جاسکتے ہیں اور ان کے حل کے لیے اقدامات کیے جاسکتے ہیں۔

#### حواشی:

- ۱۔ فرمان فتح پوری، "تدریس اردو" (کراچی: مکتبہ جامعہ تعلیم ملی، ۱۹۶۱ء) ص ۲-۱۔
- ۲۔ جوئل واعظ لال، "اردو زبان کی تاریخ" (دہلی: مطبع مجتہبی دہلی، ۱۹۶۱ء)، ص ۶۳۔
- ۳۔ فرمان فتح پوری، محولہ بالا، ص ۴-۵۔
- ۴۔ ایضاً، ص ۲۲۔
- ۵۔ شاہد اقبال کامران، "پاکستان میں تدریس اردو" (اسلام آباد: پورب اکادمی، ۱۹۸۰ء)، ص ۱۲-۱۰۲۔
- ۶۔ فرمان فتح پوری، محولہ بالا، ص ۴-۵۔
- ۷۔ ایضاً، ص ۴۱۔
- ۸۔ ایضاً، ص ۱۱۔
- ۹۔ شاہد اقبال کامران، محولہ بالا، ص ۱۱۔
- ۱۰۔ ایضاً، ص ۹۰۱۔

- ۱۱۔ ایضاً، ص ۲۱-۳۱۔
- ۲۱۔ صغرامہدی، ”اردو نصاب میں زبان و بیان کے مسائل“، مضمولہ (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء)، ص ۳۲۔
- ۳۱۔ ایضاً، ص ۳۲-۴۲۔
- ۴۱۔ مرزا خلیل احمد بیگ، ”اردو بطور غیر مادری زبان اور اس کا نصاب“ (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء)، ص ۱۸۱۔
- ۵۱۔ شاہد اقبال کامران، محولہ بالا، ص ۳۱۔
- ۶۱۔ ایضاً، ص ۹۱۔
- ۷۱۔ عطش درانی، ”پاکستانی زبانوں کی تدریس“ (لاہور: نذیر سنز ایجوکیشنل پبلشرز، ۲۰۱۲ء)، ص ۱۹۔
- ۸۱۔ شمیم نکہت، ”غیر اردو داں طلبہ کے لیے اردو تعلیم کے مسائل“، مضمولہ (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء)، ص ۲۶۱-۶۵۱۔
- ۹۱۔ طاہرہ علی، ”ابتدائی سطح پر اردو تدریس کا تحقیقی مطالعہ“، مقالہ برائے بی ایس، شعبہ اردو، جامعہ کراچی، ۲۰۱۲ء، ص ۱۲۔
- ۱۰۲۔ فرمان فتح پوری، محولہ بالا، ص ۹۱۱-۶۰۱۔
- ۱۲۔ صغرامہدی، محولہ بالا، ص ۴۲۔
- ۲۲۔ طاہرہ علی، محولہ بالا، ص ۹۲-۸۲۔
- ۳۲۔ حروف تہجی، آزاد دائرۃ المعارف، <https://ur.wikipedia.org>، دیدہ: ۲۱ مارچ ۲۰۲۲ء، وقت ۲ بجے۔
- ۴۲۔ روف پاریکھ، ”اردو کے حروف تہجی کی صحیح تعداد کا مسئلہ“، <https://jang.com.pk>، ۲۲ جولائی ۲۰۱۲ء، وقت ۷ بجے۔
- ۵۲۔ روف پاریکھ، ”لیکچر ایم فل کلاس“، ۷ مارچ ۲۰۱۲ء۔
- ۶۲۔ سرمد حسین، اوکسفرڈ اردو انگریزی لغت (کراچی: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۲ء)، ص ۱۳۔
- ۷۲۔ ایضاً، ص ۹۲-۰۳۔
- ۸۲۔ سہیل بخاری، ”اردو رسم الخط کے بنیادی مباحث“ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۱ء)، ص ۵۶۔
- ۹۲۔ ایضاً، ص ۹۷۔
- ۱۰۳۔ مرزا خلیل احمد بیگ، محولہ بالا، ص ۵۸۱-۴۸۱۔
- ۱۳۔ فرمان فتح پوری، ”اردو املا اور رسم الخط“ (کراچی: حلقہ نیاز و نگار، ۱۹۹۱ء)، ص ۹-۶۔
- ۲۳۔ رشید حسن خان، نصابی کتابوں میں املا، رموز اوقاف اور علامات کا مسئلہ، مضمولہ (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء)، ص ۰۳۔
- ۳۳۔ رشید حسن خان، ”اردو املا“ (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۱ء)، ص ۹۷۴۔
- ۴۳۔ رشید حسن خان، نصابی کتابوں میں املا، رموز اوقاف اور علامات کا مسئلہ، محولہ بالا، ص ۳۳-۲۳۔
- ۵۳۔ فرمان فتح پوری، محولہ بالا، ص ۳۹-۰۹۔
- ۶۳۔ ایضاً، ص ۷۹-۵۹۔
- ۷۳۔ ایضاً، ص ۴۰۱-۲۰۱۔
- ۸۳۔ صدیق الرحمن قذوائی، ”اسکولوں میں اردو ادب کا نصاب“، مضمولہ (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء)، ص ۲۱۔
- ۹۳۔ عطش درانی، محولہ بالا، ص ۰۷۔
- ۱۰۴۔ ایضاً، ص ۳۷۔
- ۱۴۔ عبدالستار دلو، ”غیر اردو علاقوں میں اردو نصاب کے مسائل“، مضمولہ (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء)، ص ۹۴۱۔
- ۲۴۔ شاہد اقبال کامران، محولہ بالا، ص ۷۲۔
- ۳۴۔ ایضاً، ص ۴۰۱۔
- ۴۴۔ محمد زاگر، ”اسکولوں کا اردو نصاب“، مضمولہ (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء)، ص ۷۱۔
- ۵۴۔ رشید حسن خان، نصابی کتابوں میں املا، رموز اوقاف اور علامات کا مسئلہ، محولہ بالا، ص ۰۳۔
- ۶۴۔ ایضاً، ص ۹۳۔
- ۷۴۔ عبدالستار دلو، محولہ بالا، ص ۳۵۱-۲۵۱۔
- ۸۴۔ نصیر احمد خان، ”اردو لسانیات“ (دہلی: اردو محل، ۱۹۹۱ء)، ص ۴۹۱۔
- ۹۴۔ ایضاً، ص ۳۰۲۔
- ۱۰۵۔ ایضاً، ص ۴۰۲۔
- ۱۱۵۔ ایضاً، ص ۱۱۲-۰۱۲۔
- ۲۵۔ عطش درانی، ”اردو اور لسانی پالیسی“ (اسلام آباد: شاخ زرین، ۲۰۱۲ء)، ص ۶۲۔
- ۳۵۔ ایضاً، ص ۷۲۔

- ۴۵۔ نصیر احمد خان، محولہ بالا، ص ۵۹۱۔  
۵۵۔ ایضاً، ص ۸۹۱۔  
۶۵۔ ایضاً، ص ۹۹۱۔  
۷۵۔ ایضاً، ص ۹۹۱۔  
۸۵۔ عبدالستار دلوی، محولہ بالا، ص ۳۵۱۔  
۹۵۔ فرمان فتح پوری، محولہ بالا، ص ۵۳۱۔۴۳۱۔  
۱۰۶۔ مقتدرہ قومی زبان، ”سفارشات“ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۱ء)، ص ۶۵۔  
۱۶۔ مرزا خلیل احمد بیگ، محولہ بالا، ص ۴۷۱۔  
۲۶۔ ایضاً، ص ۶۷۱۔  
۳۶۔ ایضاً، ص ۴۳۔

#### کتابیات:

- ۱۔ بیگ، مرزا خلیل احمد، ”اردو بطور غیر مادری زبان اور اس کا نصاب“، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء۔  
۲۔ بخاری، سہیل، ”اردو رسم الخط کے بنیادی مباحث“، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۱ء۔  
۳۔ پاریکھ، رؤف، ’لیکچر ایم فل کلاس‘، ۷ مارچ ۲۰۱۱ء۔  
۴۔ پاریکھ، رؤف، ”اردو کے حروف تہجی کی صحیح تعداد کا مسئلہ“، <https://jang.com.pk>، ۲۲ جولائی ۲۰۱۱ء، وقت ۷ بجے۔  
۵۔ حسین، سرمد، ”اوکسفرڈ اردو انگریزی لغت“، کراچی: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۲ء۔  
۶۔ حروف تہجی، آزاد دائرۃ المعارف، <https://ur.wikipedia.org>، دیدہ: ۲۱ مارچ ۲۰۲۲ء، وقت ۲ بجے۔  
۷۔ خان، رشید حسن، ”نصابی کتابوں میں املا، رموز اوقاف اور علامات کا مسئلہ“، مشمولہ، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء۔  
۸۔ خان، نصیر احمد، ”اردو لسانیات“، دہلی: اردو محل، ۱۹۹۱ء۔  
۹۔ درانی، عطش، ”اردو اور لسانی پالیسی“، اسلام آباد: شاخ زریں، ۲۰۱۱ء۔  
۱۰۔ دلوی، عبدالستار، ”غیر اردو علاقوں میں اردو نصاب کے مسائل“، مشمولہ، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء۔  
۱۱۔ درانی، عطش، ”پاکستانی زبانوں کی تدریس“، لاہور: نذیر سنز ایجوکیشنل پبلشرز، ۲۰۱۲ء۔  
۱۲۔ ذاکر، محمد، ”اسکولوں کا اردو نصاب“، مشمولہ، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء۔  
۱۳۔ علی، طاہرہ، ”ابتدائی سطح پر اردو تدریس کا تحقیقی مطالعہ“، مقالہ برائے بی ایس، شعبہ اردو، جامعہ کراچی، ۲۰۱۲ء۔  
۱۴۔ فتح پوری، فرمان، ”تدریس اردو“، کراچی: مکتبہ جامعہ تعلیم ملی، ۱۹۹۱ء۔  
۱۵۔ فتح پوری، فرمان، ”اردو املا اور رسم الخط“، کراچی: حلقہ نیاز و نگار، ۱۹۹۱ء۔  
۱۶۔ قدوائی، صدیق الرحمن، ”اسکولوں میں اردو ادب کا نصاب“، مشمولہ، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء۔  
۱۷۔ کامران، شاہد اقبال، ”پاکستان میں تدریس اردو“، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۲ء۔  
۱۸۔ مقتدرہ قومی زبان، ”سفارشات“، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۱ء۔  
۱۹۔ مہدی، صغرا، ”اردو نصاب میں زبان و بیان کے مسائل“، مشمولہ، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء۔  
۲۰۔ نکبت، شمیم، ”غیر اردو داں طلبہ کے لیے اردو تعلیم کے مسائل“، مشمولہ، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۱ء۔  
۲۱۔ واعظ لال، جوئل، ”اردو زبان کی تاریخ“، دہلی: مطبع مجتبائی دہلی، ۲۰۱۱ء۔